صفحہ
8 تا 1
1696 98

الرسالت المحمدیہ

جلد ۱۸ مکمل

1897ء

1895ء

شہر شوال

خلافت سلطنت اسلامیہ

ہر الکریم ۔ ج ۳ ص ۹۵

۱۸

جلد ۱۸ کا تمام مضامین کی فہرست

صفحہ ۱۹۷ ۔۔۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۸۹۲ء تک

صفحہ ۱۹۲ ۔۔۔ سرسید کے بعض معاصرین کا تذکرہ

صفحہ ۱۹۹ ۔۔۔ ۱۵۲ ۔۔۔ فہرست مضامین بعنوان کلام

صفحہ ۸۰ تا ۷۹

95.94

153152

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ اشاعت السنہ

کا

خطبہ

(یا لیکچر)

جو جلسہ اعظم مذاہب کے لئے آئندہ جاڑوں میں ہوگا اور نبوت عامہ اور نبوت خاصہ محمدیہ کا ثبوت)

ریویو رک۔ مدیر مولانا مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے اس مضمون کا اشتہار دیا تھا کہ مختلف مذاہب کے سرکردہ فاضل ہم کو اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کریں میں اسلام کیطرف سے پیش ہو کر اسلام کی خوبیاں بیان کرونگا۔ اس اشتہار سے اونکا مقصود و خیال یہ تھا۔ کہ جو میرے عقائد جدیدہ کیوجہ سے علماء اسلام نے مجھ پر فتوے کفر لگا دیا ہے۔ اور اسکے سبب عام اہل اسلام کو مجھ سے وحشت و نفرت ہو گئی ہے۔ خصوصاً اوس وزسے۔ کہ عبداللہ آتھم اور میری منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کی موت کے متعلق میری پیشگوئی جھوٹی ہو چکی ہے اسکا افتراء اوٹھ جائے یا کم ہو۔ اس مجمع میں عام مسلمان بھی مجتمع ہو جائیں گے اون کے سامنے ایسے عقائد مسلمہ اہل اسلام ظاہر کرونگا۔ جنسے مجھے لوگ مسلمان جان لیں گے۔ اور میریطرف رجوع کرینگے۔ جیسیکہ پہلے چند میرے دام میں پھنسے ہوئے ہیں جب وہ مجھے مسلمان سمجھکر میری دام میں آجائیں گے تو پھر میرے وہ عقائد جدیدہ کو بھی مان لینگے۔ جیسا کہ پہلے دام افتادہ سادہ لوحوں نے مان لئے ہیں اس اشتہار کیطرف کسی نے توجہ کی نگاہ سے نہ دیکھا اور اوسکو مرزا کی معمولی لاف زنی و فریب ہی قرار دیا تو مرزا کا خیال دل کا دل ہی میں رہ گیا۔

وہ بھی ایک مذہب رکھتے ہیں۔ جو اون کے دل و دماغ نے اون کو بتایا ہے۔ یا کسی دوسرے کی تعلیم و تقلید سے اُنہون نے اختیار کیا ہے۔ اور لامذہبی بھی ایک مذہب ہے۔ گو دوسرے اہل مذاہب اوسکو لامذہبی کے نام سے موسوم کرتے ہیں ولیکن میرا یہ خیال ہے۔ کہ اس جلسہ کی اغراض و سوالات کو اس وسیع معنے مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ اس مذہب کی دلچسپی عوام میں پیدا کرنا اس جلسہ کا مقصود ہے۔ کیونکہ اس معنے کر مذہب آزادی پسند طبیعتیں خود بخود اختیار کرلیتی ہیں۔ اسکی رغبت دلانے اور اوس کے لئے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے نہ کسی کی ترغیب کی حاجت ہے۔ نہ جلسے و مباحثے کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ اس مذہب سے دنیا کے لئے اس فائدہ کی توقع و امید کی جاسکتی ہے۔ جو مذہب بمعنے خاص سے (جو آئندہ بیان ہوگا) متوقع ہے۔ بلکہ جلسہ کی اغراض کو اسی مذہب سے تعلق ہے جو آسمانی مذہب کہلاتا ہے۔ اور اُسی مذہب سے اوسکے سوالات کا تعلق ہے۔ اور اسی مذہب کی تائید و ترغیب ہمارے جوابات میں اور اس جواب کے متضمنہ آیات قرآن میں مطلوب و مدنظر ہے۔

(۲) سوالات جلسہ کے جواب میں جو آیات پڑہی جائیں گی۔ اور جو اون کی تفسیر و تشریح ہوگی اُن سے جملہ مذاہب حقہ و ادیان منزلہ کی جو خدا کی طرف سے ہیں۔ (خواہ وہ عرب کے ہوں یا عجم کے۔ یورپ کے ہوں خواہ ایشیا کے۔ امریکہ کے ہوں خواہ افریکہ کے۔ ہندوستان کے ہوں خواہ فارس یا ترکستان یا دیگر بلاد عمران کی) تصدیق و تائید پائی جاتی ہے۔ کسی آسمانی دین یا مذہب حق کی تکذیب یا تردید ان آیات کا مطلب نہیں ہے۔ لہذا حاضرین و سامعین توجہ سے ان آیات کا مطلب سنینگے تو اونسے فائدہ اوٹھائیں گے۔ اور محظوظ ہونگے۔ کوئی صاحب مذہب آسمانی انکے فائدہ سے محروم نہ رہیں گے۔ اور ناخوش نہ ہونگے۔ ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اسی وجہ سے اور ان ہی عواقب و نتائج کی نظر سے اس روحانی حکیم نے زنا کے اسباب و وسائل مذکورہ بالا کو بند کیا۔ اور سختی سے روک دیا۔ اور اسکے وقوع پر اس سزا کو تجویز کیا کہ جو مرد یا عورت اپنا جوڑہ موجود ہونے کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو وہ جان سے مارا[1] دیا جائے۔ اور جو مرد مجرد یا رنڈوا یا عورت رانڈ یا بے شوہر ہونے کی حالت میں مرتکب زنا ہو اسکو سو درّہ (کوڑے) مارے جاویں جسکا نتیجہ یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ جس ملک میں یا قوم اہل اسلام میں یہ اسلامی احکام

جانتے کہ وہ عورت کہاں ہے۔ اور اسکے پیٹ میں نطفہ قرار پایا ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ قرار پایا۔ اور وجود میں آیا تو اسکا مربی و کفیل کون ہے۔ جس سے انواع مظالم اور تمدنی و اخلاقی روحانی حرج و نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔

اس اصول و اغراض نکاح سے یہ بھی واضح اور ثابت ہو گیا۔ کہ جو لوگ رسم معہود کے برخلاف خفیہ یا کچھ وقت کے لئے نکاح یا تن بخشی کر لیتے ہیں وہ بھی نکاح نہیں۔ بلکہ زنا ہے جو چھپی دوستی میں داخل ہے جس سے آیات "ولا متخذی اخدان" "ولا متخذات اخدان" میں ممانعت وارد ہے کیونکہ وہ لوازم نکاح سے معرّا ہے اور یہ قاعدہ کل عقلاء کا مسلم ہے الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ یعنے جب کوئی چیز وجود پذیر ہوتی ہے تو وہ اپنے لوازم کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے۔ کوئی چیز بدون لوازم وجود پذیر نہیں ہوتی۔

[1] شائد بعض زنا کو برا جاننے والے بھی اس سزا کو بے رحمی کی سزا اور قدر واجبی سے زائد خیال کریں۔

انکے خیال کا جواب یہ ہے کہ زنا کے بدلے جان سے مارنا بے رحمی نہیں بلکہ عین رحم ہے۔ زنا سے کئی خون ہوتے ہیں۔ جو عورتیں علانیہ زنا نہیں بلکہ خفیہ کراتی ہیں وہ بہت سے حمل ساقط کراتی ہیں۔ اور جنکا یہ زنا پیشہ مقرر ہے۔ وہ

جاری ہیں جیسے افغانستان وغیرہ اسلامی حکومتیں۔ اسمیں زنا بہت ہی قلت کے ساتھ وقوع میں آتا ہے۔ اور جہاں یہ احکام جاری نہیں وہاں زنا کی وہ کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ میں زنا سے بچنا ایسا عیب سمجھا جاتا ہے۔ جیسے مرد کیلئے ہیجڑا ہونا و آں نکاح کرنے والے معمولی ہیز بنڈ (خصم) کہلاتے ہیں۔ اور زنا کرنے والے سوئیٹ ہیز بنڈ یعنے میٹھے اور پیارے خصم و آں لائق و فائق ممتاز وہی عورت سمجھی جاتی ہے جسکے بہت سے سوئیٹ ہیز بنڈ (پیارے یار) ہوں۔ ۰

یہ حکم بھی ہے اس توسیع و اہتمام سدّ وسائل کے ساتھ اسلام ہی کا خاصہ ہے اور حسن معاشرت اور انتظام تمدن و استحکام اخلاق کے لئے اس حکم کو تجویز کرنا نبوت محمدیہ کے اعلیٰ روش اعلام سے ہے۔ ہر چند اور مذاہب یہود یت و نصرانیت وغیرہ میں بھی زنا سے منع کیا گیا ہے۔ مگر جو وسیع اہتمام اس کے وسائل و اسباب کے روکنے لئے اسلام نے کیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

توریت میں کتاب خروج و استثنا کے احکام عشرہ میں زنا کی ممانعت وارد ہے۔ اور کتاب امثال باب ۶۔ آیت ۲۴ و ۲۵ وغیرہ میں آنکھ کا ن بچانے کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور زنا کی سزا قتل بھی اسمیں وارد ہے

کثرت زنا سے اس لائق نہیں رہتیں کہ انکے رحم میں استقرار حمل ہو۔ اور اس طور سے وہ ہزاروں جانیں تلف کرتی ہیں۔

آنحضرت صلعم آنحضرت صلعم آنحضرت صلعم

مگر اس تفصیل و تشریح سے سد وسائل و اسباب آسمیں کہاں ہے۔ جو قرآن اور حدیث میں پایا جاتا ہے۔

انجیل میں نظر سے منع تو کیا گیا ہے۔ مگر اس قید کے ساتھ کہ وہ شہوت سے ہو۔ چنانچہ متی باب ۵۔ آیت ۲۷۔ میں ہے تم سُن چکے ہو اگلوں سے کیا گیا تو زنا کر۔ ۲۸ میں تم کو کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نگاہ کرے وہ اپنے دل میں اسکے ساتھ زنا کر چکا۔

اس قید شہوت سے وسائل زنا کو روک نہ ہوئی بلکہ ایسی اجازت عام نکل آئی کہ جو بد نیت چاہے نیک نیتی کے بہانہ سے بیگانی عورتوں کو دیکھے اور زنا کا مرتکب ہو۔

اور پولوس اور پطرس حواری نے تو نیک نیتی سے بوسہ کی بھی اجازت دیدی ہے۔ چنانچہ خط رومیوں کے باب ۱۶۔ آیت ۱۶۔ اول قرنتیوں کے باب ۱۶۔ آیت ۲۰۔ اور دوم قرنتیوں کی باب ۱۳۔ آیت ۱۲۔ اور نامہ اول پطرس کے باب ۵۔ آیت ۱۴۔ میں صاف اجازت و ہدائت ہے کہ تم آپس میں پاک بوسہ لیکے اور محبت کا بوسہ لیکر ایک دوسرے کو سلام کرو۔

اور اس حکم پر عیسائیوں کے زن و مرد کا شنہ قادیانی عمل ہے۔ اور اجنبی مرد و عورتوں میں بوسہ کی رسم جاری ہے۔

اب حاضرین و سامعین اس حکم کا اس حکم قرآن و حدیث سے کہ اپنی نگاہوں کو غیر محل سے بند رکھیں۔ اور ایک نظر اتفاقی بعد دوسری نظر نہ کریں۔ موازنہ کرکے داد انصاف دیں۔ اور کہیں احتیاط اور سد باب زنا کس حکم میں پایا جاتا ہے اس سوال کا جواب امید ہے یہی ملیگا کہ اسلام کے حکم مذکور میں۔

اس مقام میں افسوس کے ساتھ ان بعض مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں کا

ذکر کیا جاتا ہے جو انگلینڈ سے ہو کر آتے ہیں یا انگلینڈ کے حالات سُنکر اسکی تقلید اختیار کر کے اسلام کی موجودہ تعلیم مذکور اور پردہ سسٹم کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنی پردہ نشین بیبیوں کا پردہ اٹھا کر اونکو کھلے منہ بگھی میں بٹھا کر ہوا خوری کو لے نکلتے ہیں۔ وہ اس حکم کے فلاسفی کو جو بیان ہوی غور و انصاف کی نگاہوں سے دیکھیں اور اپنے خیال کو واپس لیں۔ اور اگر انکے اونچے مکانوں کی کھڑکیوں کے رستہ سے تازہ ہوا پہنچنے کی بابت یوروپ سے ممانعت کا حکم آچکا ہے اور انکو ہوا خوری کے لئے بیبیوں کو باہر لیجانا ناگزیر ہے۔ تو وہ آبادی کی حدود تک گاڑیوں کی کھڑکیاں بند رکھا کریں۔ پھر میدان غیر آباد میں جا کر کھڑکیاں کھولکر اُنکو تازہ ہوا کھلاویں۔

انکے مقابلہ میں بعض جنٹلمین ہندو تعریف کے ساتھ لائق ذکر ہیں جو مغربی تعلیم میں ترقی کرتے ہیں۔ اور اعلے عہدوں اور مرتبوں کو پہنچتے ہیں تو اپنی مستورات کو اپنی رسم قدیم بے پردگی کے برخلاف پردہ میں بٹھاتے ہیں۔ اور اس رسم میں حکم اسلام کے پیروی کرتے ہیں۔

صاحبان اس حکم نظر و خلوت سے جو محرم مردوں بھائی وغیرہ کو اسلام نے مستثنے کیا ہے تو اس کی وجہ یا (فلاسفی) یہ ہے کہ بُرا خیال اور نفسانی طمع اسی عورت کی نسبت مرد کے دل میں یا برعکس پیدا ہوتے ہیں جسکا جائز طور پر نکاح میں آجانا ممکن ہوتا اور کبھی اسکے خیال میں آتا ہے۔ اور جہاں جائز نکاح کا خیال تک نہیں آتا۔ بلکہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ عورت یا مرد کبھی نکاح میں نہ آئیں گے۔ وہاں وہ یقین اس خیال اور نفسانی طمع سے مانع ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اسلام نے اور ایسا ہی اور مذاہب دنیا نے ماہین کو نکاح میں لانا ممنوع قرار دیا ہے۔ لہذا کسی کے (جو کوئی مذہب رکھتا ہو) دل میں ماہین

کی نسبت بُرا خیال نہیں گذرتا۔ اسیوجہ سے انکی نظر و خلوت سے منع نہیں کیا گیا اور اوسکو جائز اور اس عام حکم ممانعت سے مستثنےٰ قرار دیا گیا ہے۔

غیر مہذب کی عورتوں اور بیحیڑوں سے باوجود یکہ وہ بذات خود محل فتنہ نہیں ہوتے، کیوں پردہ و احتیاط کا حکم دیا گیا ہے۔

صاحبان! اسکی فلاسفی یہ ہے۔ کہ وہ ان ہدایات و احکام اسلام سے واقف نہیں ہوتیں۔ اور نہ ان اخلاق سے جو اسلام نے سکھائے ہیں متخلق ہوتی ہیں۔ لہذا وہ عفیف اور شریف عورتوں کی مواضع زینت کو دیکھیں گے تو ان کی حکائت اجنبی مردوں کے پاس کرینگے۔ اور اجنبی مردوں کے ناجائز حالات ان اشراف عورتوں کے پاس پہنچائینگے۔ اور یہ امر موجب فتنہ اور فساد ہوگا۔ اس احتیاطی حکم اسلام سے ثابت و مفہوم ہوتا ہے کہ فاسقہ و بدکار عورتیں گو مسلمان کھلاویں جیسے بازارنشین کسبیاں۔ وخانگیاں ان سے بھی شریف عورتوں کو پردہ کرنا مناسب ہے۔

تمثیلات قسم اوّل سے یہی تین مثالیں کافی ہیں۔ حاضرین و سامعین ان ہی تمثیلات پر بقیہ احکام قسم اوّل کو قیاس کرسکتے ہیں۔ اور یقیناً جانسکتے ہیں کہ جملہ احکام اسلام جو قسم اوّل سے ہیں اسطور پر اپنے اندر اسرار و فلاسفے رکھتے ہیں۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام میں جسقدر احکام قسم اوّل جوڈیشل (دیوانی فوجداری) پولیٹکل (متعلق انتظام و سیاست ملکی)، مارل (اخلاقی)، وغیرہ فرمائے گئے ہیں۔ اور از انجملہ بعض احکام بطور تمثیل اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے نمبر ۸ و ۹ میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب اسیطرح کے اسرار رکھتے ہیں جو چاہے وقتاً فوقتاً دریافت و سوال کرے اور اسکا جواب لے۔

تمثیلات حصہ دوم قسم دوم

اب ہم بعض تمثیلات حصہ دوم قسم دوم بیان کرتے ہیں جنکو خاتم الرسل و البشر نے قبل از وقوع بیان فرمایا۔ اور بعد الوقوع انکو موافق بیان وارشاد آنحضرت کے لوگوں نے دیکھ لیا۔ اور بعض کو ابتک دیکھا جاتا ہے۔

از انجملہ ایک یہ مثال (جسکو ابتک دیکھا جاتا ہے۔ اور اب بھی اُسکا تجربہ ہو رہا ہے۔ آپ کا بالہام الٰہی نمبر ۲۰۳ وغیرہ پڑھکر فرمانا ہے۔ کہ آدمی اور جن سب ملکر قرآن کی مثل نہ بنا سکینگے جسکی تفصیل سابق میں بصـ ۲۷۳ ہو چکی ہے۔ اور اسیوجہ سے اسمقام اس تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

واز انجملہ آنحضرت کا حفاظت قرآن کی نسبت پیشگوئی کرنا۔ اور

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (حجر۔ ع ۱)	خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ کہنا کہ ہم نے قرآن اتارا۔ اور ہم ہی اسکے محافظ و نگہبان ہیں۔ اسکی تصدیق بھی کس و ناکس کو ہو چکی ہے۔ اور اب بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ پیشگوئی تجربہ و مشاہدہ آچکی ہے۔ اسلام میں یہود و نصاریٰ کی طرح متعدد فرقے اور مختلف ہوا و نفس اور خواہشیں پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر قرآن کے ایک لفظ یا شوشہ کو کوئی بدل نہیں سکا۔ یہ لاکھوں سینوں میں محفوظ ہے اور بے شمار صحیفوں میں بغیر کمی بیشی کے مسطور ہے۔

اسکے مقابلہ میں دوسرے مذاہب یہود و نصاریٰ کی کتابیں محفوظ نظر نہیں آتیں۔ اور دنیا بھر میں پائی نہیں جاتیں۔ اس امر کی تفصیل بھی ہمارے مضمون "عصمت انبیاءؑ" میں صـ ۲۰۰ وغیرہ نمبر ۷ جلد ۷ میں ہو چکی ہے۔ لہذا اسمقام میں اس تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

(۳) واز انجملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مکہ کی نسبت ایسی حالت قلت سازوسامان وانصار واعوان میں جسکی نظر سے فتح مکہ کا گمان نہو سکتا تھا

انا فتحنا لک فتحا مبینا (فتح ع-۱) پیشگوئی کرنا۔ اور خدا تعالے کا یہ فرمان پہنچا ہے تاکہ "تجھے کھلی فتح دیدی"۔

صاحبان! - پیشگوئی آپ نے ایسے وقت میں کی کہ آپ بڑی قلت اور دشمنوں کی نظر میں بری مذلت کی حالت میں تھے - آپ کل پندرہ سو آدمیوں کی جمعیت سے مدینہ سے کعبہ کی زیارت کو نکلے - کفار قریش دجن کے ساتھ بہت سے قبائل عرب بنی قارہ بنی لیس وغیرہ شامل ہوگئے تھے - اور وہ شمار میں اس کثرت کو پہنچے ہوئے تھے - کہ اس کثرت کے بھروسے بے فکر ہوکر اپنی بیویاں بچے بھی ساتھ لے کر نکلے تھے - بمقام حدیبیہ (جو مکہ کے قریب تھا -) آکر آپ کو زیارت کعبے سے مانع ہوئے - اور بصورت نہ رُکنے کے جنگ کو مستعد ہوگئے - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسوقت اُن کا مقابلہ نہ کرسکے - اور کفار مکہ کی اس جابرانہ شرط پر کہ آپ زیارت کعبہ اس سال نہ کریں - سال آئندہ کو کریں - اور ایسی ہی اور شرطوں پر جنمیں بظاہر مسلمانوں کی ہتک اور صریح اہانت ہوتی تھی مصالحت پر راضی ہوگئے - حضرت عمر جیسے جری اور تیز اصحاب مودبانہ یہ عرض کرنے لگے - کہ ہم اپنے دین کی کیوں ہتک کراویں - اور کیوں اپنی جانوں کو دین پر قربان نہ کریں - مگر آنحضرت نے اُسوقت صلح ہی کرنیکو مصلحت سمجھا - اور کفار کی اُن جابرانہ شروط کو مان لیا - اور حضرت عمر کو فرمایا کہ "تم جانتے ہو میں خدا کا رسول ہوں - میں اسکا گناہ نہیں کرتا" (یعنے اس صلح کو قبول کرنے میں اور ان شروط کو مان لینے میں) جس پر حضرت عمر کو بھی اپنی اس جرأت پر افسوس ہوا - اور اُنہوں نے اس جرأت کے کفارہ میں کئی اعمال

صالح کئے۔ ایسی قلت اور دشمنوں کی نظروں میں ذلت کے وقت میں آپ نے وہ پیشگوئی کی۔ جو فتح مکہ کے سال پورے ہوئے۔ جب آپ نے انہی اقوام کے مقابلہ میں بارہ ہزار کی جمعیت سے چڑھائی کی۔ اور بسبب شہادت پیشگوئی مذکور فتح پائی۔ یہ حالات صحیح بخاری کے صفحہ ۲۸۸-۵۹۸-۶۰۰-۶۱۲ وغیرہ میں اور دیگر کتب تواریخ میں بیان ہوئے ہیں۔

اقوام غیر کے لوگ ان تفاصیل کو نہ مانیں۔ تو اس قدر کے تسلیم کرنے میں انکو بھی شک و انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ آنحضرت قلت و ضعف کے سبب مکہ سے نکالے گئے تھے۔ پھر اسی حالت قلت و غربت و ہجرت میں آپنے یہ پیشگوئی کی۔ اور اسکے مطابق مکہ پر فتح پائی۔

اسقدر کی اقوام غیر کی کتب تواریخ بھی تصدیق کرتی ہیں۔ اور انکو اس سے شک و انکار کی اجازت نہیں دیتیں۔

(۴) ازانجملہ آنحضرت کا روم کی فارس پر چند سال کے بعد غالب ہونے کی پیشگوئی کرنا ہے۔ اور بالہام الٰہی فرمانا۔ کہ اب تو) رومی فارس کے مقابلہ میں مغلوب ہوگئے ہیں۔ مگر چند ہی سال کے بعد (جن کی میعاد تین سے نو تک ہے۔) وہ ان پر غالب آئیں گے۔

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون (روم۔ ع ۱)

صاحبان! یہ پیشگوئی بھی آنحضرت نے ایسے وقت میں کی تھی جبکہ فارس نے روم پر کروفر شان و شوکت سے فتح پائی تھی۔ اور اسوقت کوئی دلیل اور نشانی اس امر کی کہ روم کو سات سال کے عرصے میں فارس پر فتح نصیب ہوگی۔ بجز الہام الٰہی آپ کے پاس نہ تھی۔ اور نہ اس زمانے میں ایک

ملک کے پولیٹیکل اندرونی حالات دوسرے دور دراز کے ملکوں میں پہنچنے کے وسائل (اخبارات ٹیلیگراف ڈاک وغیرہ) موجود تھے جواب موجود ہیں۔ اور آنحضرت اور آپ کے جماعت اصحاب واحباب اس قسم کا علم ومعلومات رکھتے تھے۔ جن کی نظر سے کوئی کیسکے۔ کہ آپ نے اندرونی حالات دونو سلطنتوں سے قیاس اور اندازہ کرکے یہ پیشگوئی کی تھی جسکی میعاد بھی نو سال تک مقرر کردی تھی۔

یہ پیشگوئی آپ نے محض الہام الٰہی سے کی۔ اور اس پیشگوئی کے ساتویں سال روم کو فارس پر فتح نصیب ہوئی۔

جس دن روم کو شکست اور فارس کو فتح ہوئی تھی اس دن مکہ کے مشرکوں نے جو فارسی مجوسیوں کی بت پرستی میں شریک اور بھائی تھے۔ بڑی خوشی منائی اور مسلمانوں کو یہ بات کہی کہ آج ہمارے بھائیوں بت پرست فارسیوں کو رومیوں پر جو تمہارے اہل کتاب بھائی ہیں فتح حاصل ہوئی کل کو تم لوگ ہم سے لڑوگے تو ہم بھی تم پر فتح اور غلبہ پائینگے۔ ان کی یہ باتیں سنکر مسلمانوں کو بڑا رنج وافسوس ہوا۔ جسپر قرآن کی اس آیت کا نزول ہوا۔

قرآن کی یہ پیشگوئی سنکر حضرت ابو بکر نکلے اور کفار قریش کو بولے۔ کہ تم خوشیاں نہ مناؤ۔ خدا کی قسم ہے رومی فارسیوں پر غالب ہوجائینگے۔ ہمارے نبی نے ہم کو اس امر کی بشارت دیدی ہے۔

ابی بن خلف رئیس المشرکین بولا تم (اے ابو بکر) جھوٹ کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا تو اے دشمن خدا جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اے ابو بکر تو ایک میعاد مقرر کردے میں اُسپر شرط لگاونگا۔ آپ نے لفظ بضع (چند) کی ادنے حد کی نظر سے تین سال کی میعاد مقرر کردی۔ اور جھوٹے سے دس اونٹ لینے کی شرط مان لی۔ پھر

جب آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ عرض کی تو آپ نے اس خیال سے کہ لفظ بضع کا اطلاق (عرب میں) تین سے نو تک ہوتا ہے۔ (دو بقول اصمعی دس تک) حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ آپ جائیں اور میعاد کو بڑھائیں۔ اور اس کے ساتھ شرط اونٹ کی بھی زیادہ کردیں۔ آپ گئے اور زیادتی میعاد کے خواستگار ہوئے۔ تو ابی بن خلف بولا کہ اب تو دعوے سے پچتایا ہے۔ آپ نے کہا میں اپنے دعوے سے نہیں پچتایا۔ میں صرف میعاد زیادہ کرنا چاہتا ہوں پس آپ نے میعاد نو سال تک اور بقول بعض سات سال تک مقرر کی۔ اور اونٹ شرط کے سو تک بڑھا دیئے۔ پھر جب سات سال ہوا۔ تو روم نے فارس پر غلبہ پایا۔ اس عرصے میں ابی بن خلف فوت ہو چکا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر نے شرط کے سو اونٹ اسکے وارثوں سے لئے۔ آنحضرت نے انکو یہ حکم دیا۔ کہ وہ ان اونٹوں کو خیرات کردیں۔ یعنے اپنے کام میں نہ لاویں جسکی وجہ علمائے اسلام یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک قسم کے قمار سے حاصل ہوئے تھے۔ گو اسوقت قمار کی یہ قسم حلال تھی۔ یہ حالات اسلامی تفاسیر تفسیر معالم التنزیل میں اور تفسیر زاد المسیر صفحہ ۵۲ جلد ۲ ہے۔ اور تفسیر کشاف میں صفحہ ۸۷ جلد ۲ بیان ہوئے ہیں۔ اور کتب حدیث تاریخ بخاری اور افراد دار قطنی۔ اور دلائل النبوۃ ابی نعیم۔ اور شعب الایمان بیہقی میں۔ اور جامع ترمذی میں صفحہ ۶۶ جلد ۲

والآیۃ من دلائل النبوۃ لانہا اخبار عن الغیب۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۱۵۲۔ جلد ۲۔)

بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت کی نبوت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں غیب سے خبر دینا پایا جاتا ہے۔

وھذہ الآیۃ من الآیات البینۃ الشاھدۃ علی صحۃ نبوتہ (تفسیر کشاف)

کشاف میں ہے یہ آیت آنحضرت کی نبوت پر صاف گواہ ہے۔ اور اسپر کہ

مابرائے وصل کردن آمدیم ۔ نے برائے فصل کردن آمدیم

تمہید ہو چکی۔ اب سوالات جلسہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ پس واضح ہو کہ سوالات جلسہ جنکا جواب اوسکو مطلوب ہے۔ پانچ ہیں (۱) انسان کے جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان (۲) عقبیٰ کا ذکر۔ (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی غرض کیا ہے۔ اور وہ کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ (۴) افعال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیونکر ہوتا ہے۔ (۵) علم حاصل ہونے کے ذریعے۔

ان سوالات کے جوابات اگر کوئی شخص صرف اپنے عقل کی تجویز سے دے گا تو وہ صورت پاپولر (عام پسند) اور بوجہ (مفید) ہونے ان جوابات کے وہ جواب اسی شخص کی عقل اور ذاتی لیاقت کا نتیجہ سمجھا جائیں گے۔ اور اس مذہب کا وہ مدعی ہے اوسکی خوبی و سچائی بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ اس مذہب کی خوبی و سچائی پر وہ جوابات دلیل مسلمہ نہ ہونگے۔ کیونکہ جسحالت میں اسکا مذہب ان جوابات سے محض ساکت ہے۔ اور وہ اپنے عقل کی کثرت بینت سے ان جوابات کو تیار کر کے مذہب کی طرف سے اور اوسکی تائید میں پیش کرتا ہے۔ تو وہ اور اوسکا مذہب مثل مشہور "مدعی سست و گواہ چست" کے مصداق ہیں۔ اور ان جوابات سے اوس کے مذہب کی صداقت و فضیلت کا ثبوت ناممکن ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ جو شخص اپنے مذہب کی تصدیق و تائید کے لئے ان سوالات کے جوابات پیش کرنا چاہے وہ اپنے مذہب ہی کی کتاب سے ان جوابات کو نکال کر پیش کرے۔

بناءً علی ہذا میں جو اسلام کی طرف سے وکیل ہو کر اسلام کی تائید و اظہار سچائی کے لئے اس جلسہ میں شامل و حاضر ہوا ہوں۔ ان سوالات کے جوابات اپنے مذہب کی مقدس کتاب قرآن کریم سے نکال کر پیش کرتا ہوں۔ مگر ان جوابات پیش کرنے سے پہلے اسرام کا جتا دینا اور بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قرآن کریم کا نزول سوالات

من عند اللہ لا نہا انباء عن الغیب الذی لا یعلمہ الا اللہ (کشاف صفحہ ۱۰۔ جلد ۲۔)	قرآن خدا کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اس میں علم غیب کی خبر پائی جاتی ہے جسکو بجز خدا کوئی نہیں جانتا۔

ان تفاصیل کو بھی اقوام غیر کے لوگ نہ مانیں۔ تو اس قدر انکو ضرور ماننا پڑے گا کہ قرآن میں ایسے وقت میں جبکہ رومی مغلوب تھے چند سال کی میعاد کے اندر جو سے متجاوز نہ ہو۔ ان کے غالب ہونے کی خبر دی۔ اور وہ میعاد کے اندر پوری ہو گئی۔

اگر وہ میعاد کے اندر پوری نہ ہوتی۔ تو قرآن کے مخالف جو کثرت سے تھے اسکی شہرت کرتے۔ اور وہ تواریخ مخالفین میں منقول ہوتی۔ کسی مخالف نے اسکے بخلاف عدم وقوع کا دعوی نہیں کیا۔ تو گویا ان سب نے اس پیشگوئی کا اپنے وقت پر وقوع مان لیا۔

اس پیشگوئی کے متعلق ایک یہ امر لائق ذکر و بیان ہے۔ کہ قرآن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کی وہ خاص میعاد سات سال کی جس میں وہ واقعہ ہوئی۔ کیوں مقرر و معین فرمائی جس سے پورا اعجاز متصور تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سات سال کی میعاد دو رکی میعاد تھی۔ اسلئے ایسے لفظ بضع (چند) سے تعبیر کیا جس سے سچے طور پر اسکے قریب ہونے کا خیال بھی پیدا ہوتا تھا۔ اور ایک امر بعید کو قریب بتانے سے دوستوں کو امید اور دشمنوں کو خوف پیدا ہوتا ہے تین برس کے بعد دوستوں مسلمانوں کو امید خوشی شروع ہو گئی۔ کہ اب روم کو فتح ہوتی ہے۔ اور دشمنوں کو خوف و فکر ہو گیا۔ کہ دیکھئے ہم آج جیتے ہوتے ہیں یا کل ہوتے ہیں۔ سات سال پہلے سے مقرر کئے جاتے تو مسلمانوں کو اتنی درازی مدت سے متفکر ہوتے۔ کہ دیکھئے کب سات برس گذرتے ہیں۔ اور وہ دن (فتح کے)

نظر آتے ہیں۔ اور کافر بے فکر ہو جاتے۔ کہ سات برس تو دور ہیں۔ ایک رات کا فاصلہ ہو۔ تو بھی بلا سے نہ ڈرنا چاہیئے۔ ؎ ستر س از بلاکہ چو شب در میان است۔ لہذا سات برس کی میعاد خاص نہ بتائی گئی۔ بلکہ لفظ بضع بول کر ایسے طور سے میعاد بتائی گئی جسکی تین برس کے بعد ہر وقت دوستوں کو توقع اور دشمنوں کو خوف رہے۔ لفظ بضع کے سوا اگر عرب میں کوئی ایسا لفظ ہوتا جسکا اطلاق تین سے سات تک ہوتا تو وہی لفظ اختیار کیا جاتا۔ جس سے اور بھی قرب مفہوم ہوتا۔ مگر ایسا لفظ اور کوئی نہ تھا۔

یہ وجہ اسلامی تفسیروں فتح البیان و تفسیر کبیر وغیرہ میں بیان کی ہے۔ اور تفسیر کبیر میں ایک یہ وجہ بھی بیان کی ہے۔ کہ مدت خاص معین کرنے میں احتمال تھا کہ مخالفین اس واقعہ کے وقت وقوع میں اختلاف ڈال دیتے۔ اور اسکی نسبت جھوٹی خبریں مشتہر کر دیتے۔ اور دور کی خبروں کی نسبت انکا ایسا کرنا ممکن تھا کسی واقعہ کے وقوع کے بعد جس کی خاص میعاد نہ بتائی جائے کسی مخالف کو بھی انکار اور شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔

(۵) واز انجملہ۔ آپ کی یہ پیشگوئی ہے۔ کہ خدا تعالے نے آپ کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور یہ بات فرما دی ہے۔ کہ خدا تجھے لوگوں سے بچائیگا | واللہ یعصمک من الناس (مائدہ۔ ع ۱۰) | یعنے کوئی دشمن آپ کی جان کو نقصان پہنچائے گا۔

آنحضرت اوائل میں اپنی حفاظت کے لئے پہرہ رکھوایا کرتے۔ جیسے اسوقت کے سلاطین باڈی گارڈ (حفاظت جان کا پہرہ) رکھواتے ہیں جب یہ آیت اتری تو آپنے پہرہ اٹھوا دیا۔ اور صاف فرمایا کہ اب اللہ تعالے نے میری حفاظت کو اپنے ذمے لے لیا۔ یہ حال جامع ترمذی کی کتاب التفسیر میں بسلسلہ

جلد ۲ میں ہوا ہے۔ اور ایسا ہی تفاسیر اسلام معالم تفسیر کبیر بیضاوی وغیرہ میں ہے اور اسکی تصدیق آنحضرت کے زمانہ میں کئی دفعہ ہو چکی ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت اپنے ایک سفر میں اپنے اصحاب سے علیحدہ ہو کر ایک درخت کے نیچے سوئے تھے۔ آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک مشہور بڑا بہادر جنگلی دعثور نام تلوار کھینچے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا۔ اور یہ کہہ رہا ہے۔ کہ بتا تجھے مجھ سے کون بچاویگا۔ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس کہنے پر اُسکے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور آپ نے اٹھالی۔ اور اس سے پوچھا بتا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی نہیں۔ تب آنحضرت نے اس سے درگذر کیا۔ اور یہ امر اس شخص کے اسلام کا باعث ہوا۔ وہ صاف بول اٹھا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ

ایک دفعہ آنحضرت کو خیبر کے یہودیوں نے بکری کے گوشت میں زہر ڈالکر کھلادی جس سے آپ کے ساتھی بشر بنی براء شہید ہو گئے۔ پر آپ کی جان خدا تعالےٰ نے بچالی۔

یہ حالات اور ایسے ہی اور بہت سے حالات صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں منقول ہیں۔ اور بعض اشاعۃ السنہ جلد دوم کے نمبر ۱۱ میں بھی تفصیل مذکور ہیں۔ طالب تفصیل ان کتابوں کو ملاحظہ کریں۔

قرآن مجید میں اس قسم کی پیشگویاں اور بہت ہیں۔ مگر بنظر اختصار ان ہی پانچ کی نقل و بیان پر اکتفا کیا گیا۔

کتب احادیث میں اس قسم کے واقعات جن کی نسبت آنحضرت نے پیشگوئیاں کیں۔ اور وہ آنحضرت کے زمانے میں اور اس کے بعد آپکے ارشاد کے موافق وقوع میں آگئیں۔ بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ از انجملہ

سولہ واقعات کی تفصیل اس اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ میں دیکھو۔

۵ استقام میں ان واقعات کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) حبشہ (ابی سینیا) کا بادشاہ حبشہ میں فوت ہوا۔ آنحضرت نے اسکے فوت ہونے کی خبر دی اور اسپر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ باوجودیکہ حبشہ سے مدینہ میں ایک دن کے اندر خبر پہنچنے کی کوئی سبیل (تار برقی وغیرہ) اندنوں موجود نہ تھی۔ اور اس خبر کی انہی دنوں میں تصدیق ہوگئی۔

(۲) کفار مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقربا بنی ہاشم و بنی مطلب سے بین دین وغیرہ معاملات ترک کرنے کا باہم معاہدہ کیا۔ اور اس مضمون کا ایک وثیقہ لکھکر کعبہ کے اندر چھت میں لٹکا دیا۔ اور تین سال اسپر علدرآمد رہا۔ بنی ہاشم و بنی مطلب کعبہ چھوڑ کر ایک میدان میں جا بسے۔ آخر خدا تعالے نے اس وثیقہ پر ایک کیڑا مسلط کیا۔ جو اسکے سب جور و جفا و ناروا باتوں کو چاٹ گیا۔ صرف خدا کے نام کو یہیں رہنے دیا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی اسپر اطلاع پائی۔ اور اس حال کی اپنے چچا ابو طالب کو خبر دی۔ ابو طالب نے کفار قریش سے یہ شرط باندھکر کہ اگر یہ خبر جھوٹی نکلے۔ تو ہمیں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دینگا۔ وہ وثیقہ کھلوا کر دیکھا۔ تو اسکو ویسا ہی پایا جیسں پر قوم قریش نادم ہوئے اور بنی ہاشم اور بنی مطلب نے مکہ کے گھروں میں آبسے۔

(۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہا۔ کہ اگر تو زندہ رہا تو دیکھے گا۔ کہ اکیلی عورت حیرہ سے (کوفے کے قریب تھا) کعبہ تک چلی جائے گی۔ جو بجز خدا کسی سے نہ ڈرے گی۔ عدی نے اسوقت دل میں کہا کہ بنی طے کے ڈاکو و بدمعاش کہاں چلے جائینگے۔ پھر اس خبر کا وقوع بچشم خود دیکھ لیا۔ اور اسکی تصدیق کیا۔

صاحبان! - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس قسم کے واقعات کے متعلق جنکو انسان اپنی عقل اور حواس وغیرہ معمولی اسباب سے پہنچ نہیں سکتا۔ صدہا پیشگویاں کرنا۔ اور ان سب کی سب پیشگوئیوں کا موافق بیان آنحضرت کے سچا نکلنا

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرقہ خوارج سے ایک شخص کی خبر دی جسکے بازو سے نیچے ایک ہاتھ نہ ہوگا۔ اور اس بازو کی ایسی صورت ہوگی جیسے عورت کا پستان ہوتا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں لڑنے والوں کی لاشوں میں ایسا شخص پایا۔

(۵) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اپنے اہلبیت میں سے سب سے پہلے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی موت کی خبر دی جو ویسی ہی وقوع میں آئی۔

(۶) اپنے ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی موت کی خبر دی جو ویسی ہی وقوع میں آئی۔

(۷) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دور کی لڑائی میں چار شخصوں کی بہ ترتیب فوت ہونے کی خبر دی۔ تو اس کے موافق وقوع کی خبر آگئی۔

(۸) ایک لڑائی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بہادر مسلمان لڑنے والے کے دوزخی ہونے کی خبر دی اسکی تصدیق اسوقت یوں ہوگئی کہ اُسنے بہت سے زخم کھا کر خودکشی کرلی۔ جو بحکم اسلام دوزخی ہونے کا ایک سبب ہے۔

(۹) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب دو جماعت مسلمانوں میں صلح واقعہ ہونے کی خبر دی۔ جسکی تصدیق یوں ہوئی کہ امیر معاویہ اور اسکے مقابل لشکر میں صلح ہوگئی۔

(۱۰) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار کے باغیوں کے ہاتھ سے

تجربہ کرنے والوں کو یقین دلاتا ہے۔ کہ آنحضرت ادراک حقایق کے معمولی اسباب علم کے علاوہ الہام الٰہی بھی ذریعہ رکھتے تھے جسکے وسیلے سے آپ یہ پیشگوئیاں کرتے۔ اور ان میں صادق نکلتے۔ ان پیشگوئیوں کی بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کرکے تصدیق کی۔

(۱۰) قتل کئے جانے کی خبر دی جو وقوع میں آگئی۔

(۱۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یزید وغیرہ کا ظالمان امرا بنی امیہ کی انکی صفت وحالت کے بیان سے خبر دی تھی۔ جو ویسی ہی وقوع میں آگئی۔

(۱۲) ایک عیسائی کے مرتد ہو جانے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ جب یہ مریگا۔ اور دفن کیا جائے گا۔ تو زمین اسکو باہر پھینک دے گی۔ جو ایسا ہی وقوع میں آیا۔

(۱۳) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجاز سے ایک آگ نکلنے کی خبر دی تھی جس سے بصری (شہر) میں اونٹوں کی گردنوں پر روشنی پڑے۔ یہ آگ ۶۵۴ھ ہجری میں ظاہر ہوئی۔ اور کتب تواریخ میں اسکی تصدیق موجود ہے۔

(۱۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیت المقدس تک رات میں جانے کی کفار مکہ کو خبر دی۔ تو انہوں نے آپ سے ایسی چیزوں کے پتہ پوچھے جو رات کے وقت آپ کو نظر نہ آئیں تھیں۔ جس پر خدا تعالے نے بیت المقدس کا قدرتی نقشہ آپ کے سامنے رکھدیا جس سے آپنے جو کچھ کفار مکہ نے پوچھا۔ بتایا اور درست نکلا۔

(۱۵) آپنے ترکی کافروں سے مسلمانوں کے مقابلہ کی خبر دی۔ اور اسکے تفصیل حالات بتائے۔ جو ۶۵۶ھ ہجری میں پوری ہوئی۔

اُن پیشگوئیوں کی شہادت سے آپ خدا کی طرف سے ملہم رسول تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور اب تک بھی تسلیم کئے جاتے ہیں۔

اس مقام میں شائد نئے تعلیم یافتہ یہ اعتراض کریں کہ اس قسم کی پیشگوئیاں قدیم سے۔ اور اسوقت علم جفر۔ رمل۔ جوتشی نجوم والے۔ اور مسمریزسٹ (مسمریزم جاننے والے۔ اور انکا عمل کرنے والا) سائنٹیفک میں (سائنس جاننے والے) سپرچوئیلسٹ (روحانیات کی تسخیر و حاضرات کا علم و عمل رکھنے والے) کرتے ہیں

(۱۶) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال موعود کی خبر دی۔ جسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک جماعت نے مشرقی جزیرے میں دیکھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے بیان پر اپنی اس خبر کے صدق کا انہیں واثبات فرمایا۔

صاحبان! ۔ یہ حالات اگرچہ اکثر روایتی اور کتابی حالات ہیں جنکو ان کتابوں کے ماننے والے ہی مانتے ہیں۔ مگر بعض ان میں ایسے ہیں۔ جن کو ان کتابوں کے منکر بھی (اگر وہ انصاف کریں۔ یعنے ان خبروں کو ان کتابوں میں دیکھیں۔ پھر ان کا وقوع خارجاً۔ اور تواریخ کی شہادت سے دریافت کریں) تصدیق و تسلیم کرسکتے ہیں۔

علاوہ بریں ہم ایسے لوگوں کے لئے آنحضرت کا زندہ اور دائمی معجزہ اپنی تعلیم قسم اوّل یعنی کہ جسکا امتحان و مشاہدہ ہر وقت ان کے لئے ممکن اور حاصل ہے۔ اس تعلیم کے ساتھ ایسے واقعات اور روایات کتابی کا پیش کرنے کی بھی گنجائش ہے۔ اور ہمارا حق ہے۔

حاشیہ صفحہ (۱۱۵)

اور پیشگی نکلتی ہیں۔ کیا وہ بھی ملہم اور رسول کہلانے کے مستحق ہیں؟

اسکا جواب یہ ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی پیشگویوں کی نسبت خود معترف ہیں کہ وہ معمولی اسباب وعلوم کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ جنکی تعمیل میں کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے۔ اور اسوجہ سے انکے بعض پیشگویاں غلط بھی نکلتی ہیں۔ یہ امر کسی کے انکار کا محل ہے۔ نہ لائق بحث وثبوت۔ برخلاف ان پیشگویوں کے جو انبیاء علیہم السلام کرگئے ہیں۔ انمیں سے ایک بھی جھوٹی نہیں نکلتی۔ اور جس شخص کی منجملہ لاکھ پیشگویوں کے ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نکلے وہ خدا کی طرف سے ملہم اور رسول نہیں ہے۔ یہی صدق وکذب انبیاء علیہم السلام کی پیشگویوں اور اُن علوم کے جاننے والوں کی پیشگویوں میں فارق ہے۔ جو شخص اس فارق کو تسلیم نہ کرے وہ کم سے کم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی کو جو بسند صحیح آپ سے ثابت ہو اور باینہمہ وہ سچی نہ نکلی ہو بیان کرے۔ اور اسکا صادق ہونا مدلل کردکھائے۔

اس قسم کی تمثیلات ونظائر حصہ اوّل قسم دوم اور تمثیلات ونظائر قسم اول نے جنکا انسانی عقل نے امتحان کرلیا اور ان کے متعلق تعلیمات انبیاء کو حق اور مطابق واقعہ پایا۔ اور اپنے اندر اس سے بڑھ کر۔ بلکہ اسکی مثل تعلیمات کا حوصلہ نہ پایا۔ تو انسانی عقل کو یقین ہوگیا۔ کہ جس حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء کا امتحان انسانی عقل سے ناممکن اور اوسکی طاقت سے خارج ہے اس حصہ میں بھی انبیاء مصیب اور حق پر ہیں۔ اور وہ روحانی ڈاکٹر اور ایمانی طبیب ہیں انکی ایسی باتوں کو بھی مان لینا چاہیئے۔ جو انسانی عقل میں نہ آئیں۔ جیسے جسمانی ڈاکٹروں۔ حکیموں صرافوں کی ایسی باتوں کو تمام لوگ مان لیتے ہیں۔ جنکے سمجھنے کی اونکو استعداد نہیں ہوتی۔

یہی ہمارا دعوے تھا۔ جو صفحہ ۷۸ وغیرہ میں ہمنے کیا۔ اور خدا کے فضل

اور تعریف سے اسکا کافی ثبوت دیدیا۔ الحمد للہ علے ذالک۔

صاحبان! ۔ اسی حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء نے جمہور اہل مذاہب کے دلوں میں مذاہب کی عظمت کو قائم رکھا ہے۔ اور اسی کا قبول کرنا اور مان لینا کمال تسلیم و تصدیق کہلاتا ہے جس سے دنیا میں مذہب کی بناء قایم ہے۔ اور قائم رہے گی۔ صرف حصہ اول قسم دوم یا قسم اول تعلیمات کو اُنکا امتحان کر لینے اور موافق عقل و مطابق واقعہ پانے کے بعد مان لینا بڑی بہادری اور کمال تسلیم و پیروی نہیں ہے۔ بلکہ سچ پوچھو۔ تو اس قسم کی تعلیمات کو سمجھ لینے کے بعد مان لینا اور اُن کی پیروی کرنا۔ درحقیقت اپنے عقل کی پیروی کرنا ہے۔ جو سیلف گورنمنٹ (اپنی سرکار) کی پیروی کہلاتی ہے۔ اور وہ اوٹونل (اختیاری) پیروی ہوتی ہے۔ جب کسی بات کی عقل نے اجازت دی تو پیروی کی۔ اور جب کسی بات کو عقل نہ پہنچے تو اسمیں اپنے متبوع کو سلام کیا۔ اور اس کی پیروی سے دست بردار ہو گئے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ جو لوگ غیر تعلیمات مذاہب کی قسم اول اور حصہ اول قسم دوم کی پیروی کرتے ہیں وہ مذاہب کے پورے پابند نہیں ہیں۔ وہ جس بات کو اپنی عقل کے موافق نہیں پاتے۔ اسکو بعضے صریح انکار سے اور بعضے تاویل سے رد کر دیتے ہیں۔ اور انکا مذہب بہت شارٹ (مختصر) اور چھٹا ہوا مذہب ہوتا ہے۔ ایسا مذہب دیرپا نہیں ہوتا۔ اور جلد جلد بدلتا رہتا ہے۔ اور اسکا اثر و نتیجہ وہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا۔ جو ایمان مذہب یعنے خدا تعالے اور اسکے رسولوں کو مذہب سے مدنظر ہوتا ہے۔ اور جس پر ظاہر ہوتا ہے وہ برائے نام بہت ہی کم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ انسان اپنے ہم مرتبہ اور اپنے برابر کی اپنی پیروی نہیں کرتا۔ جیسی اپنے سے برتر کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے

سے برتر ہونے کا اعتقاد انبیاء کی نسبت اسی حصہ دوم قسم دوم تعلیمات سے پیدا ہو سکتا ہے۔ جنکو انسانی عقل پہنچ نہیں سکتی۔ اسوجہ سے خدا تعالے نے ان بندوں کی جو حصہ دوم قسم دوم کی آیات کو (جو اسلام میں متشابہات کہلاتی ہیں) بلا تاویل مان لیتے ہیں۔ تعریف کی اور ان کے صاحب عقل ہونے کی شہادت دی ہے۔ اور اس حصے میں تاویل کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ اور انکے دل کی کجی ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے تجھ پر یہ کتاب اتاری ہے جس کی بعض آیات واضح المراد ہیں۔ (جنکو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے) اور بعض متشابہات ہیں (جنکی حقیقت و کیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا) پھر جنکے دلوں میں کجی ہے وہ ان متشابہات کے درپے ہوتے ہیں گمراہی اور اسکی تاویل چاہنے کو۔ حالانکہ انکی تاویل سوائے خدا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو علم و ایمان میں مضبوط ہیں وہ

وھو الذی انزل الیک الکتاب منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب (آل عمران - ع ۱)

کہتے ہیں۔ ہمنے سب کو مانا ہے۔ یہ سب آیات خدا کی طرف سے ہیں۔ اسبات کو وہی سمجھتے اور مانتے ہیں جو صاحبان عقل ہیں۔

قرآن کی شارح حدیث نبوی میں صاف تصریح آچکی ہے۔ کہ جو لوگ متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں۔ یعنے انکو پھر پھار کر اپنی خواہش کے موافق کرتے ہیں۔ وہ کجی والے ہیں۔ جنکا

واذا رایتم الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سماھم اللہ فاحذروھم متفق علیہ (مشکوۃ ص ۲۰)

جلسہ کی ترتیب پر نہیں ہوا۔ اور ترتیب آیات قرآن بھی سوالات جلسہ کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ لہذا میرے ذمہ یہ امر لازم نہیں ہے کہ جو آیات میں پیش کروں وہ اپنے مضامین کے بیان میں ترتیب سوالات جلسہ کے مطابق ادا ہو سکے تابع ہوں۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں ان آیات کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے انکو سوالات کی ترتیب پر بیان کروں۔ بلکہ ان سوالات کا جواب ادا ہونے کے لئے یہ امر کافی ہے۔ کہ سوالات کے جواب میں آیات قرآن پڑھ کر اون کی ایسی تشریح کر دوں جس سے جوابات ظاہر و ادا ہوں خواہ ایک آیت میں ایک سوال کا جواب ادا ہو یا ایک آیت میں متعدد سوالات کا جواب ادا ہو۔ یا ایک سوال کا جواب متعدد آیات میں ادا ہو۔

پہلے چار سوالات کا جواب آیات ذیل میں ہے

(۱) تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شئ قدیر الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ (ملک۔ ع ۱۔)

(۱) بابرکت ہے وہ جسکے ہاتھ میں بادشاہت (دنیا و عقبیٰ کی) اور وہ ہر چیز پر (جو ممکن الوجود ہے) قادر ہے۔ وہ جس نے موت اور ہستی کو اسلئے بنایا کہ تمہارا حال (تمہارے اعمال کا نتیجہ ظاہر ہونے سے) سب پر کھل جائے۔ کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے۔

(۲) ولقد خلقنا الانسان من سلٰلۃ من طین ثم جعلنہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظٰما فکسونا العظام لحمًا ثم انشانٰہ خلقا اٰخر فتبٰرک اللہ احسن الخالقین۔ ثم

(۲) بیشک ہم نے بنایا آدمی کو چنی مٹی سے۔ پھر اوسکو قطرہ بنا کر مضبوط ٹھہراؤ کی جگہ (رحم میں) رکھا پھر نطفہ کو جھیجھڑا بنایا۔ پھر جھیجھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا پھر گوشت سے ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہڈیوں کو گوشت پہنایا۔ پھر اوس کو اور صورت

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نام خدا نے کبھی دلے رکھا ہے۔

ایسے لوگ مذہب میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کوئی لامذہب۔ اور وہ تعلیمات قسم اوّل وحصّہ اوّل قسم دوم میں بھی جو چاہتے ہیں تاویل کرکے انکو ٹلا دیتے ہیں بلکہ جملہ احکام مذہبی کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں۔ مگر نماز کو ایک حرکت خلاف وضع فطرت سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ سر کو نیچے اور چوتڑوں کو اونچا کرنا کیسی نامعقول حرکت ہے۔ ایسے لوگ لنڈن کا حج تو کر آتے ہیں مگر کعبہ کی زیارت اور حرم شریف کے طواف کو فضول سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس چوکھنٹے گھر کے ارد گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا گدھے اور اونٹ اسکے گرد نہیں پھرتے۔ وعلے ہذالقیاس۔

ان کے ان خیالات ومقالات کا منشاء ومنبع یہی ہے۔ کہ انہوں نے مذہب کے ہادیوں کو ایک معمولی انسان سمجھا ہے۔ اور ان کی تعلیمات کو انسانی عقل کی معمولی تعلیمات۔ اور جو امر انکا مافوق العقل اور غیر معمولی معلوم ہوا اسکو اُنہوں نے پیر بہار کر اور اُسمیں تاویلات بہم پہنچا کر معمولی بنا لیا۔ اسطور سے مذہب کو انہوں نے معمولی عقل انسانی کا نتیجہ قرار دیا۔ اور اوسکی تعلیمات کو مافوق العقل ہونے سے نیچے درجے میں لاکر انکے ہادیوں کو اپنے مساوی درجے کا ایک عقلمند یار یفارمر بنا لیا۔ اسوجہ سے ان کے دلوں میں مذہب کی عظمت کا سکہ نہ جما اور اسکی تعلیمات کا اثر دائمی ولازمی اپنہ نہ ہوا۔

وہ کبھی نیک عمل کو (جسکے نیک ہونے کی عقل نے شہادت دی ہے) عمل میں لاتے ہیں۔ یا کسی بد عمل سے (جسکو عقل برا کہے) بچتے ہیں۔ تو نہ کسی قسم کے طمع ثواب یا خوف مواخذہ اخروی سے۔ بلکہ صرف اس خیال سے کہ عقل اس کی اچھے یا بُرے ہونے کی ہدائت کرتی ہے۔ اور ان کے نیچر کا یہ مقتضا ہے۔ کہ وہ

اسمیں عقل کا اتباع کریں۔ پھر جب انکی عقل عکس کی مجوز ہو جاتی ہے یعنے اس نیک کو بد اور بد کو نیک قرار دیتی ہے تو انکے خیر پر مقتضا بھی بدل جاتا ہے۔ اور اس عمل کا عکس ان سے ظہور میں آتا ہے غرض انکا مذہب اور انکا ایمان تزلزل کی حالت میں رہتا ہے تجویز عمل کے بارے میں بھی بدلتا رہتا ہے۔ اور جملہ حقوق الٰہی و بندگان الٰہی کے پورا کرنیمیں بھی انکا یہی حال رہتا ہے۔

ان کے مقابلہ میں جو لوگ تعلیمات حصہ دوم قسم دوم کی نسبت کامل یقین اور ایمان رکھتے ہیں اور انکو تعلیمات قسم اوّل اور حصہ اوّل قسم دوم کی شہادت اور نظر سے بغیر کسی جدید امتحان اور تحقیق کے مان لیتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب میں بڑے پکے اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی ہر بات اور ہدائت کو اگرچہ انمیں سے بعض کی حقیقت انکی سمجھ میں نہ بھی آئے بدل مانتے ہیں۔ اور نامعلوم الحقیقت کیفیت باتوں کو مافوق العقل سمجھکر انکی نظر میں زیادہ تر مذہب کی عظمت دل میں جما لیتے ہیں۔ اور وہ اپنی تمام مدت العمر کے لئے مذہب کی پابندی کو شرط نجات اور ایسا موجب ابدی حیات سمجھ لیتے ہیں جیسے جیتے جی بہشت میں جانا۔ اور ان احکام اور ہدایات کی مخالفت و انکار کو مانع نجات اور ایسا موجب ہلاکت دائمی جان لیتے ہیں جیسے جیتے جی آگ میں پڑکر جل جانا۔

اسکی فلاسفی یہ ہو کہ قسم دوم حصہ دوم تعلیمات مذہب نے انکو جزا و سزاء کے تفاصیل بہشت اور دوزخ کی تعیم و آلام کا یقین دلا دیا ہے۔ اور اس عالم دنیاوی اور اسکے ظاہری اسباب و وسائل کے علاوہ دوسرے عوالم برزخ اور حشر و نشر اور اسکے اسباب و وسائل (ملائکہ وغیرہ) کا اعتقاد انکے دلوں میں ایسا جما دیا جیسے ظاہری اور معمولی اسباب کا پہلا ہم کو لوگوں کو ہے۔ وہ نیک کام کو عین تابعداری کام ہی پر ترجیح کرتے ہیں۔ تو اخروی نوائد کی امید اور دوا انکو خوشی سے کراتی ہیں۔ جو ہر وقت انکا دامنگیر رہتا ہے۔ اور کبھی انکو بد لنے نہیں دیتا۔ جبتک کے

وہ زندہ رہیں اور مذہب کو نہ چھوڑ دیں۔ انکے اس خوف وطمع کی بنا خدا تعالےٰ آیات متلوہ

یدعون ربھم خوفا وطمعا (السجدہ ع ۲)
یرجون رحمتہ ویخافون عذابہ (بنی اسرائیل ع ۵)

حاشیہ میں تعریف کرتا ہے اور اسپر خوشی ظاہر فرماتا ہے۔

الحق مذہب دنیا میں انہی لوگوں کے وجود سے قائم ہے۔ جو اگر خدا کے حقوق ہیں انکو ادا کرتے ہیں۔ اور یہی بندوں کے اور اپنے اپنے جنس کے حقوق کے محافظ ہوتے ہیں۔ انہی کے وجود سے دین کا قیام ہے۔ انہی سے تمدن وحسن معاشرت کا نظام وابستہ ہے۔ اللھم ربنا اجعلنا منھم آمین ثم آمین۔

توضیح ختم ہوئی۔ جس سے تشریح سابق ولاحق کی بخوبی وضاحت ہوگئی اور یہ بات حاضرین وسامعین پر کھل گئی ہے۔ کہ جس نبوت عامہ ورخاصہ محمدیہ کا آیات قرآنی نے ثبوت دیا تھا۔ اسکے ثبوت پر انسان کیحالات اور انسان کے متعلق قانون قدرت بھی شاہد ناطق اور گواہ عادل ہے۔ انسان کی حالت ضرورت نبوت کو ثابت کر رہی ہے اور انبیاء علیہم السلام خصوصاً خاتم الرسل علیہ التحیۃ والاکرام نے وہ ضرورت پوری کر دکھائی ہے۔ وللہ الحمد۔

پانچویں سوال کا جواب

(۱) لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (آل عمران ع ۱۱)
(۲) علمہ شدید القوی ذو مرۃ (النجم ع ۱)
(۳) الرحمن علم القرآن (الرحمن ع ۱)

(۱) اللہ نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ انہی میں سے رسول بھیجا جو قرآن کی آیتیں پڑھتا ہے اور انکو کتاب اور گیان ودانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ بیشک وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے۔

(۲) یہ قرآن اس (دانا) کو بڑے مضبوط قوت والے زور آور نے سکھایا ہے۔

(۴) لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه فاذا قرأناه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه (القیٰمۃ - ع - ۱)

(۳) یہ قرآن (اسکو خدا رحمن نے سکھایا ہی
(۴) (جب یہ قرآن تیری سامنے جبرائیل پڑہے تو اسکے ساتھ ساتھ) تو اپنی زبان کو نہ ہلا۔ ہمارے ذمے ہے تیرے سینے میں اسکو جمع کرنا۔ اور تیری زبان سے پڑہوا دینا۔ پھر جب ہم (جبرائیل کے ذریعہ) پڑہیں تو تو اسکے پیچھے پیچھے چل (یعنے چپکا رہ۔ اور سنتا جا پھر ہمارے ذمے ہی اوسکو تیری زبان سے کہلوا دینا۔

(۵) وقد اتيناك من لدنا ذكرا من اعرض عنه فانه يحمل يوم القيامة وزرا۔ (طٰہٰ - ع)

(۵) ہمنے تجھے اپنے پاس سے ذکر (قرآن اور تمام دانائی کی باتیں) عطا کیا ہے۔ جو اس سے منہ موڑیگا وہ قیامت کو بوجھ اٹھا کر لائیگا۔

(۶) يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات (مجادلہ ع - ۱)

(۶) خدا تم میں سے ایمان والوں اور اُن لوگوں کے جو علم دیئے گئے ہیں۔ درجے بلند کرے گا۔

(۷) هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولوا الالباب (زمر ع - ۱)

(۷) کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہونگے یہ نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

(۸) انما يخشى الله من عباده العلمؤا (فاطر ع ۳)

(۸) خدا سے وہی ڈرتے ہیں جو جاننے والے ہیں۔

(۹) قالوا لو كنا نسمع او نعقل ما كنا في اصحاب السعير (الملک - ع - ۱)

(۹) وہ دوزخ والے کہینگے ہم (علم کی باتیں) سنتے اور سمجھتے اور جانتے تو دوزخ والوں میں نہ ہوتے

(۱۰) الذين يتبعون النبي الامي الذي يجدونه مكتوبا عندهم في التورية والانجيل يامرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات و

(۱۰) وہ لوگ جو ایسے نبی کی پیروی کرتے ہیں (اور اس سے گیان کی باتیں سیکھتے ہیں) جو بظاہر کسی کی شاگردی سے لکھا پڑھا نہیں ہے۔ اُسکے ذکر کو توریت اور انجیل

ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم فالذین اٰمنوا به وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معه اولئک هم المفلحون۔ قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً الذین له ملک السمٰوٰت والارض۔ لا الٰه الا هو یحیی ویمیت فاٰمنوا بالله ورسوله النبی الامی الذین یومن بالله وکلماته واتبعوه لعلکم تهتدون (اعراف ع ۱۹)

میں پاتے ہیں۔ وہ انکو اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ ستھری چیزیں ان پر حلال کرتا ہے۔ اور خبیث چیزوں کو حرام بتاتا ہے۔ اور اُن کے (بد رسموں اور گناہوں کے) بوجھ اور طوق اتارتا ہے پس جو لوگ اوسکو مانتے ہیں اور اُسکی توقیر اور مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اسکے ساتھ اتارا گیا ہے۔ وہ لوگ نجات پانیوالے ہیں۔ تو کہدے اے لوگو! میں تم سب کیطرف اس خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں جسکی تمام آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اسکے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں ہے۔ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔ سو اخدا اور اسکے نبی امی کو جو خدا اور اسکے کلمات پر یقین رکھتا ہے مانو اور (تشریح) اُسکی پیروی کرو تاکہ راہ پاؤ۔

صاحبان! یہ عبارت چونکہ علم سے اور مذہب ہی کے متعلق اسکو لیا ہے چنانچہ شروع تمہید میں بیان ہو چکا ہے۔ لہذا علم سے جسکے وسائل وذرائع سو سوا ہفتم ہوتے ہے مذہبی اور دینی علم ہی مراد ہے۔ اور اسی علم دینی اور مذہبی کی تائید و تغیب کی متضمن آیات عشرہ نقل کیگئی ہیں۔

پہلی آیت میں جو ارشاد ہوا ہے۔ کہ علم جس سے دین اور مذہب معلوم ہوتا ہے اسکا ذریعہ صرف انبیاء ہیں۔ جن میں سے ایک نبی اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جنھوں نے علوم دین کی منبع ومعدن کتاب آسمانی قرآن کی تعلیم دی۔ اور اسکے ساتھ وہ دانائی کی باتیں سکھائیں جو احادیث نبویہ بتلاتی ہیں۔

آیت نمبر ۲ و ۳ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ قرآن آنحضرت کو خدا نے سکھایا ہے آنحضرت کا اُمّی ہونا اور ایسا کلام پیش کرنا جس کے مقابلہ سے باغا و فصحاء عرب عاجز آ گئے وچنانچہ تشریح دوم میں صفحہ ۳۷ بیان ہو چکا ہے) آپ کے الہام اس سے تعلیم پانے پر روشن دلیل ہے۔

آیت نمبر ۴ میں اس کیفیت کا بیان ہے کہ خدا تعالیٰ نے کیونکر آپ کو یہ قرآن سکھایا۔ اور آپ اُمّی ہو کر آپ نے کیونکر سیکھ لیا۔

آیت نمبر ۵ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ یہ علم الٰہی (خدا کے پاس کا) کسی کا ہو جو ظاہری طور پر لوگوں سے پڑھنے پڑھنے اور تعلیم پانے کا محتاج نہیں ہوتا۔

اسکی نظیر ایک اور آیت ہے جس میں ایک اولوالعزم نبی حضرت خضر علیہ السلام کا حال بیان فرمایا ہے۔ اٰتینا ہ رحمۃ من عندنا وعلمناہ من لدنا علماً یعنے ہمنے انکو اپنے پاس سے رحمت عطا کی اور اپنے پاس سے علم سکھایا یعنے کسی دوسرے سے انہوں نے نہیں سیکھا۔

آیت نمبر ۶ و ۷ و ۸ و ۹ میں اس آسمانی و لدنی علم کے سیکھنے سکھانے کی دو بڑی کو ترغیب پائی جاتی ہے۔ اور یہ خبر بھی دے دی ہے کہ آسمانی اور لدنی علم کو نہیں، علوم اسلامیہ نہیں سیکھے۔ وہ راہ خدا نہ [illegible] شرارت، قتل و جہات، وغیرہ کی نیت اور فرقہ سے محروم رہیں گے۔ اور حدود و زمین [illegible] ہوئے۔

[illegible] آسمانی [illegible] کی جماعت میں [illegible] سیکھا جاتا ہے [illegible] واجب [illegible] علم [illegible] کی جماعتوں [illegible] شاگردوں سے [illegible] یہ سلسلہ تعلیم [illegible] چلا آیا ہے اور [illegible] جو لوگ اپنی [illegible] تعلیم کو اس سلسلہ سے [illegible] اور [illegible] تعلیم آسمانی سے فیض پاتے ہیں وہ [illegible] پہچان سکتے ہیں۔ اور اس [illegible] چھوڑ کر کسی دوسرے کی عقل یا اپنی تجویز کردہ

باتوں کو وہ انبیا علیہم السلام سے نہیں پہنچتیں، دستور العمل مانند تعلیم بناتے ہیں۔ وہ سیدھے رستہ سے بہک جاتے ہیں۔

یہ علم لدنی و آسمانی جو انبیا علیہم السلام کو سکھایا گیا۔ اور ان سے انکے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں نے سیکھا ہے۔ وہ علم شریعت و احکام شریعت ہے اور جو لدنی کہ انبیاء کے شاگردوں اور کامل متبع کو جو اولیا اللہ کہلاتے ہیں، بلا واسطہ غیر خدا کی طرف سے سکھایا جاتا ہے (جیسا کہ حضرت خضر کو جو باتفاق جمہور علمائے اسلام نبی نہ تھے صرف ولی تھے سکھایا گیا ہے۔ اور وہ قرآن و حدیث میں بتفصیل* مذکور ہوا ہے) وہ علم شریعت و احکام شریعت کا ماخذ نہیں ہوتا اور کسی ولی پیر و نبی کو نہیں پہنچتا۔ کہ اس علم لدنی سے جو خدا تعالے نے اسکو سکھایا ہو۔ احکام شریعت نکالے۔ اور اس سے تجدید احکام دین کرے۔ بلکہ وہ علم صرف اس شریعت کے اسرار ظاہر کرتا ہے جس شریعت کا وہ ولی صاحب علم لدنی تابع ہوتا ہے۔ یا بعض ایسے حقایق کو ظاہر کرتا ہے جسکے متعلق شریعت میں حکم وارد ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ علوم لدنیہ حضرت خضر میں وقوع میں آیا ہے۔ اور

* قرآن میں حضرت خضر کے تین علوم لدنی کا جو خدا نے انکو سکھائے ذکر ہے۔ ایک یہ کہ انہوں نے ایک کشتی کی ایک تختی اکھاڑ دی۔ جسکی حقیقت یہ ظاہر کی کہ ایک بادشاہ ظالم جبری تنخواہوں پر بیگار کے طور پر کشتیوں کو لیا کرتا تھا۔ میں نے خدا کا حکم سمجھ کر اسکو معیوب کر دیا۔ تاکہ وہ بیگار میں نہ پکڑے۔ دوسرا یہ کہ ایک لڑکا شریر اور باپ کو گمراہ کرنیوالا تھا جسکو خدا نے اعلام کیا کہ وہ لڑکا باپ کو گمراہ نہ کرے تیسرا یہ کہ ایک دیوار کے نیچے خزانہ مدفون تھا۔ اور وہ دیوار گرنے والی تھی۔ اور اس نے مستحق دو یتیم لڑکے تھے۔ میں نے اس دیوار کو قائم کر دیا کہ وہ گر نہ جائے۔ یہانتک کہ وہ لڑکے جوان ہو کر اپنا خزانہ لے لیں۔

ان تینوں علوم میں جو کچھ حضرت خضر سے ظاہر ہوا۔ وہ شرعی احکام غریبوں کا مال ضایع نہ کرنے اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کا مؤید ہوا۔ اور نہ شریعت کا مخالف اور نہ نئے احکام کا مثبت اور نہ وہ بذات خود مستقل حکم شریعت قرار دیا گیا ہے جس پر دوسرا شخص خضر علیہ السلام عمل کرنیکا مامور یا مجاز ہوا ہو۔

ایک ولی پیرو نبی کا یہ فرض ہوتا ہے۔ اور ہر یہ امر واجب کہ وہ ہر ایک امر کو جو علم لدنی سے اُسپر کھلے اپنے نبی کی شریعت پر پیش کرے۔ اور اگر وہ اس شریعت کے احکام کی اور حقایق شرعیہ کی شرح و تائید کرے۔ تو وہ اسکو منجانب اللہ سمجھے اور اگر وہ اُنکا خلاف ظاہر کرے یا تجدید احکام کا مشعر ہو۔ تو وہ اسکو وسوسہ شیطانی قرار دیکر اُسپر لاحول پڑھے۔

یہ علم لدنی خدا کی طرف سے اتباع انبیاء سے ان نورانی سینوں میں داخل کیا جاتا ہے اور ان رحمانی بزرگوں کے شرف صحبت و فیض و برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ جو دنیا اور حظوظ دنیا سے بے رغبتی کرتے ہیں۔ اور سفر آخرت کے لئے ہمیشہ اور ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ اور مکارم اخلاق سے متجسم ہوتے ہیں۔ اور اپنی صحبت کی برکت اور اخلاق کے اثر سے دوسروں کو اخلاق مجسم بنا دیتے ہیں۔ وہ دنیا کی زندگی اور لذات کی طمع نہیں رکھتے۔ اور یاد خدا کے بغیر زیادہ کلام نہیں کرتے۔ وہ عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور پھر ڈرتے ہیں کہ دیکھیئے قبول ہوتی ہے یا نہیں۔ موت کے آنے سے پہلے اسکے منتظر رہتے ہیں۔ دشمنوں سے حُسن خلق سے پیش آتے ہیں۔ کسی پر بغیر حق طعنہ نہیں کرتے لوگ انکی زبان اور ہاتھ سے امن میں رہتے ہیں۔ جھوٹ اور بدگوئی کے پاس نہیں جاتے۔ ان کی اس حالت کی نظر سے جب کوئی انکو دیکھتا ہے تو بیساختہ خدا یاد آتا ہے۔ بیشتر اس کے احادیث ذیل میں پایا جاتا ہے (۱) ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت نے یہ قول خداوندی

(۱) عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ النور اذا دخل القلب انفسح فقیل یارسول اللہ ھل لذلک من علم یعرف بہ قال نعم

پڑھا۔ کہ جسکو خدا تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اسکا سینہ فراخ کر دیتا ہے۔ اور اسکی تفسیر میں آپنے کہا کہ جب نور سینے میں داخل ہوتا ہے تو وہ سینہ فراخ ہو جاتا ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اسکی کوئی علامت بھی ہے آپنے فرمایا ہاں (وہ یہ ہے) دنیا

التجافی عن دار الغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله (مشکوٰۃ ص۴۲۰)

(۲) وعن ابی مسعود وابی خلاد ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا رأیتم العبد یعطی زهدا فی الدنیا وقلة منطق فاقتربوا منه فانه یلقی الحکمة رواهما البیهقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۴۲۰)

(۳) وعن اسماء بنت یزید انها سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الا ابئکم بخیارکم قالوا بلی یا رسول الله قال خیارکم الذین اذا رؤا ذکر الله رواه ابن ماجه (مشکوٰۃ ص۴۱۹)

(۴) عن عبد الله عمرو قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من خیارکم احسنکم اخلاقا متفق علیه (مشکوٰۃ ص۴۲۳)

(۵) عن ابی هریرة قال رسول الله اکمل المومنین ایمانا احسنکم اخلاقا رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ ص۴۲۲)

(۶) عن ابی هریرة قال رسول الله ان الله تبارک وتعالی قال ومایزال

جو دھوکے کا گھر ہے۔ دور ہونا اور آخرت کیطرف جو ہمیشگی کا گھر ہے متوجہ ہونا اور موت سے پہلے اسکی تیاری کرنا۔

(۲) ایک حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی بندہ خدا کو دیکھو کہ وہ دنیا میں بے رغبتی اور کم سخنی دیا گیا ہے تو اسکا قرب (وصحبت) اختیار کرو۔ کیونکہ اسکو خدا کی طرف سے حکمت عطا کیگئی ہے۔

(۳) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا کیا میں تمہیں اچھے لوگوں کا پتہ نہ دوں۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں حضرت فرمائیے۔ آپنے فرمایا اچھے وہ لوگ ہیں کہ جب انکو دیکھیں تو خدا یاد آجاوے یعنی انکے اخلاق واطوار دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو۔

(۴) ایک حدیث میں ہے تم سب میں اچھا وہ ہے جسکے اخلاق اچھے ہوں۔

(۵) ایک حدیث میں ہے تمام مومنوں میں سے کامل مومن وہ ہے جسکے اخلاق اچھے ہوں۔

(۶) ایک حدیث میں آنحضرت نے حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا بندہ مجھ سے نوافل کے ساتھ قرب حاصل کرتا ہے۔

عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه ولئن استعاذنی لاعیذنه (رواہ البخاری رمشکوٰۃ ص۲۰۰)

(۷) عن عبد اللہ بن بسر قال جاء اعرابی فقال یا رسول اللہ ای الاعمال افضل قال ان تفارق لسانک رطبا من ذکر اللہ (رواہ احمد رمشکوٰۃ ص۲۰۰)

(۸) عن ابن عمر قال قال اللہ رسول اللہ لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی (رواہ الترمذی رمشکوٰۃ ص۲۰۰)

(۹) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ الا ادلکم علی افضل درجاتکم وارفعہا عند ملیکم وخیر لکم من انفاق الذہب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقہم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ تعالیٰ (رواہ الترمذی رمشکوٰۃ ص۲۰۰)

یہانتک کہ میں اسکو پیار کرتا ہوں پھر جب میں اسکو پیار کرنے لگتا ہوں تو اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے میں ہو جاتا ہوں۔ اور جب وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں۔

(۷) ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ سے فرمایا گیا سب عملوں سے افضل یہ ہے کہ تو دنیا کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جائے کہ تیری زبان خدا کے ذکر سے تر ہو۔

(۸) ایک حدیث میں ہے خدا کے ذکر کے بغیر بہت بولا کرو اس سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ اور خدا سے اور وہی ہے جو سخت دل ہو۔

(۹) ایک حدیث میں ہے سب بندوں سے افضل اور درجہ میں بلند وہ لوگ ہیں جو خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔

(۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ نے آنحضرت ﷺ سے آپ کا جہیز مانگا جس سے کہ وہ لوگ کرتے ہیں جن کرتے اور انکو دل ڈراتے میں طلب پوچھا کہ کیا اس سے شراب اور جوا مراد ہیں آپ نے فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی اس سے یہ لوگ مراد ہیں جو نماز نہیں پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں اور پڑھتے ہیں کہ دیکھیے یہ متقی ہیں یا نہیں یہی لوگ ہیں جو نیکیوں جلا دیتے

---

* یہ حدیث قدسی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان بندے کے اعضا اور قویٰ ظاہری و باطنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں۔ تو وہ سراپا کہ اسکے ان اعضاء سے وہ کام ہوتا ہے جو اللہ کو پسند ہے جو عام لوگوں سے ممکن نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ خدا کے حکم ہوتے ہیں جیسے تیر جس سے دیکھتا ہے۔ سن لینا۔ یا ایک ضعیف بوڑھا جس کی آنکھیں پھوٹ گئی ہوں اور ہاتھ بھی کمزور ہو۔

انکم بعد ذلک لمیتون۔ ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون (المومنون۔ ع ۱)	(پوری انسان) ہیں پیدا کیا۔ سو خدا بڑی برکت والا ہے۔ سب سے بہتر بنانے والا۔ پھر تم اس کے پیچھے مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔
(۳) ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلھم اجر غیر ممنون (والتین۔ ع ۱)	(۳) بے شک ہم نے انسان کو اچھے انداز پر پیدا کیا۔ پھر اوس کو سب نیچے والوں سے نیچے کر دیا۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے۔ اور اُنہوں نے اچھے عمل کئے اون کے لئے اچھے ملوں کا بدلہ ہے جو کبھی موقوف نہ ہوگا۔
(۴) ولقد مکنّاکم فی الارض وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلا ما تشکرون (اعراف۔ ع ۱)	(۴) ہاں (یعنی تمہیں) تمکو زمین میں (آسائش کی) جگہ دی اور تمہارے لئے سامان عیش مہیا کر دیئے پر تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔
(۵) ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ (بنی اسرائیل ع ۸)	(۵) بالاشبہ ہم نے آدم کی اولاد کی عزت کی اور اُنکو جنگل اور دریا میں سواری دی اور ستھری چیزوں سے روزی دی اور بہتیری مخلوقات (جو انات وغیرہ) پر بزرگی دی۔
(۶) الم ترو ان اللہ سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ وباطنۃ (لقمان۔ ع ۲)	(۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا تعالے نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ اور تم کو کھلی اور چھپی نعمتیں پوری دی ہیں۔
(۷) واذ تأذن ربکم لئن شکرتم لازیدنکم۔ ولئن کفرتم ان عذابی	(۷) تمہارے رب نے تمکو خبر دیدی ہے کہ اگر تم میری نعمتوں کا شکر کروگے تو میں

کر رہے ہیں۔

(۱۱) (عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۴۱۲)

(۱۱) ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ مومن طعنہ دینے والا لعنت کرنیوالا فحش بکنے والا بدگوئی کرنیوالا نہیں ہوتا۔

(۱۲) (عن عائشۃ ان رسول اللہ قال ان من شر الناس یوم القیمۃ من ترکہ الناس اتقاء فحشہ رواہ البخاری ومسلم (مشکوٰۃ ص۴۱۲)

(۱۲) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا قیامت کے دن سب سے برا وہ شخص ہوگا جسکو لوگ اسکی فحش گوئی کے ڈر سے چھوڑ رکھیں۔

(۱۳) (عن صفوان بن سلیم قیل یا رسول اللہ ﷺ ایکون المؤمن جبانا قال نعم قیل لہ ایکون المؤمن بخیلا قال نعم قیل لہ ایکون المؤمن کذابا قال لا رواہ مالک (مشکوٰۃ ص۴۱۲)

(۱۳) ایک حدیث میں ہے آنحضرت سے کسی نے پوچھا کہ مومن بزدل ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے پھر پوچھا مومن بخیل ہوتا ہے فرمایا ہاں ہوتا ہے دینے اس سے ڈرے کاوہ جل جاتا ہے پھر پوچھا مومن جھوٹا ہوتا ہے فرمایا نہیں یعنے جھوٹ بولنا اور کذاب کہلانا مومن کی شان نہیں ہے۔

(۱۴) (عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص۴۱۲)

(۱۴) ایک حدیث میں ہے آنحضرت نے فرمایا مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں یعنے نہ کسیکو زبان سے برا کہے نہ ہاتھ سے ایذا دے۔

صاحبان! جو لوگ ان اخلاق میں کامل ہوتے ہیں وہی اس علم لدنی کے محل ہوتے ہیں اور اسی تعلیم کے پیرو کامل حضرت محمد ﷺ ہیں جنمیں زمانہ کی گمراہیوں اور بے ہودگیوں اور بے حیائی قیامت تک سے ہونیوالی تمام ملکوں میں شہروں میں ہر گھر نظر آئیں اس علم لدنی کے محل وہ وہ لوگ نہیں ہوتے جو ہر محفل و ہر مجلس میں جھوٹ بولیں جھوٹے قصے کہانیاں دنیا کی ولایت و کمالات و السامات ظاہر کریں ہزار ڈھکوسلے بازیاں اور آسمانی نشان و کمالیہ کی سی حرکتیں اور ریاکاریاں دکھا کر لوگوں کو جو شخص انکے حق کو نہ مانیں انکو گالیوں سے کوسیں اور موت یا بیماری و خواری پہنچانیکی دھمکیاں دیں۔ بازاری گالیاں حرام زادہ۔ بدذات وغیرہ۔ ازکاکیہ نام ہے۔ ہاں مرد مجذوری کا تیوہ فاضل دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے لوگوں سے ہزار روپیہ چندہ بزکوٰۃ تمیت کے طور پر لیں۔ اور اس روپیہ سے بیویوں کیلئے زیور اور لباس بنادیں۔ اور ہر وقت روغن میں بگھو دو کر روپیہ سے پھولے ہوئے جاول کھا کر موٹے تنجن اور موٹے دانت

ان کتابوں کے چھاپنے کا نام نہ لیں۔ نوافل تہجد تو کجا پانچوں وقت خصوصاً فجر کی نماز و جماعت میں التزام کے ساتھ نہ مل سکیں۔ ہزار ہا روپیہ کا مالک کا دعوے کریں اور آمدنی کا اقرار کریں۔ اور ادائے فریضہ حج کا نام نہ لیں۔ بولنے لگیں تو گھنٹوں بکتے چلے جاویں۔ نماز شروع کریں تو ضعف دماغ کے عذر سے قل ھو اللہ احد اور انا اعطینٰک الکوثر پر اکتفا کریں۔ وظایف و اوراد شبانہ روزی کجا نمازوں کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہنا نصیب نہ ہو۔ اور صاحبزادہ۔ بدذات وغیرہ گالیوں کا وظیفہ جس تعداد سے چاہو انکی زبانوں سے لو۔ اور انکی تصانیف میں دیکھ لو۔

ایسے اخلاق و عادات کے لوگوں کا مورد علم لدنی ہونا ایسا محال ہے جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکل جانا۔ اور ایسے ہو کر علم لدنی کے مدعی بھی جز انیز ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور اسوقت موجود ہیں جنکو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں سابق اہل علم لدنی یہ کہہ گئے ہیں۔ ؎

اے سبا ابلیس آدم روے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست
کار شیطاں مے کند نامش ولی ۔۔۔ گر ولی ایں است لعنت بر ولی
حرف درویشاں بدزد و وہ دوں ۔۔۔ تا بخواہد بر سلیمے زاں فسوں
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر ۔۔۔ تا بگیرد مرغ ہا آں مرغ گیر

اور آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد ہے کہ ان علوم دینی و معارف مذہبی کا آسمانی

نوٹ: یہ حوالہ جات مصنف کی تحریر سے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق اشارہ ہے جن حالات مذکورہ بالا کو دیکھنے سے جانے جا سکتے ہیں جو کوئی تفصیل دو میل کا طالب و شائق ہو وہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ۶ بابت ۱۸۹۰ء تا نمبر ۱۰ بابت ۱۸۹۳ء ملاحظہ کریں۔ اور علاوہ برآں بہت اور خطوط بھی ثبوت میں۔ انکی دستخطی تحریریں ہمارے پاس موجود ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

معلموں اور علم لدنی کے استادوں سے نہ صرف سیکھ لینا کافی اور نجات کا وسیلہ والی ہے۔ بلکہ ان علوم و معارف میں انکا علاً اتباع کرنا بھی نجات کی شرط ہے۔ اور آخری نبی ابی محمد رسول اللہ کا اتباع جیسے نبی اور واجب الاتباع ہونیکا ثبوت قرآن کی آیات سابق الذکر نے دیدیا ہے خصوصیت کے ساتھ سب پر خواہ کسی نبی کو ماننے والے اور کسی کتاب کے پیرو ہوں فرض ہے۔ ان نبی کا اتباع تو کجا ان مذاہب کے اصل بانی حضرت موسے اور حضرت عیسے وغیرہما اگر اسوقت اس دنیا میں بشخصہ زمین پر موجود ہوتے تو وہ بھی آپ ہی کی پیروی کرتے۔ اس نظر سے آنحضرت فرماگئے ہیں۔ کہ اگر

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی (دلائل الحق حصہ ۲۲)

موسے علیہ السلام زندہ ہوتے تو انکو بھی میری پیروی کے بغیر چارہ کی گنجائش نہ ہوتی۔

آنحضرت کے اس دعوے کی دلیل آپ نے جو تعلیم پیچھے کی شرح بقدر توضیح ہو چکی ہے۔

اب میں اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں اور خدا تعالے سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ اسکو قبول کرے اور اس سے عام لوگوں اور خصوصاً مسلمانوں کو نفع پہنچاوے آمین ثم آمین

راقم

ابو سعید محمد حسین ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور

بعض روایات میں حضرت عیسی کا ذکر بھی آیا ہے جس سے انہوں نے دعوی علم لدنی حضرت عیسے کی موت کا نکالا ہے آپ کو بیس سو برس سے زیادہ ہوئے ہیں اور ہنوز کوئی ایسا کلمہ دیکھنے میں نہیں آیا جس سے صاف صاف حضرت عیسے کا اب تک زندہ رہنا ثابت ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض روایات میں حضرت مسیح آسمان کو تو ہوئے ہیں اور پھر آخر زمانہ میں اترینگے۔ اور انواع حیوانات پیدا کرینگے۔ اور ان کے ذریعہ سے دجال کا قتل کرینگے۔ اور آخر مسیح ہوئے ہیں اور پھر آخر زمانہ میں اترینگے۔ اور انواع حیوانات پیدا کرینگے۔ اور ان کے ذریعہ سے دجال کا قتل کرینگے۔ اور آخر مسیح

طبع خطبہ ۱۳ صفحہ
ہدیہ ۱۰ صفحہ

اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا

محل حصولی رسالہ اشاعۃ السنہ لاہور
و بنام منشی گردھاری سپرنٹنڈنٹ

لشدید (ابراہیم ع ۱)

(۸) اللہ الذی خلق السموات والارض وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرات رزقا لکم وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوہا ان الانسان لظلوم کفار

(ابراہیم ع ۴)

(۸) اللہ وہ ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور آسمانوں (کی طرف) سے پانی برسایا جس سے تمہارے لئے پھلوں کی روزی پیدا کی۔ اور تمہارے کام میں کشتیاں لگادیں جو دریا میں خدا کے حکم سے چلتی ہیں اور تمہیں تمہاری تابع کردیں۔ اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا جو دستور کے موافق چلتے ہیں۔ اور رات اور دن کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا تمکو دیا۔ تم خدا کی مہربانیوں کو گنو تو گن نہ سکو گے انسان بے انصاف ہے ناشکر۔

(۹) واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً۔ وبالوالدین احسانا و بذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا۔

(سورہ نساء ع ۱۲)

(۹) خدا کی عبادت کرو اور (اس) عبادت میں کسی چیز کو اسکا شریک نہ بناؤ۔ اور ماں باپ۔ قرابتیوں یتیموں۔ مسکینوں نزدیک اور دور کے ہمسایوں۔ ہمپہلو ساتھیوں۔ مسافروں اور غلاموں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔ خدا کو تکبر اور فخر کرنے والے خوش نہیں لگتے۔

(۱۰) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی و

(۱۰) اللہ عدل اور احسان کرنے کا۔ اور

یعظکم لعلکم تذکرون (نحل ع ۱۳)

(۱۱) وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانہ کان للاوابین غفورا۔ وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل۔ ولا تبذر تبذیرا۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا (بنی اسرائیل ع ۳)

(۱۲) وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون۔ ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (الذاریات ع ۳)

نہ صدقہ اتیوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور گناہ کے کاموں اور سرکشی سے روکتا ہے۔ کہ تم نصیحت پکڑو

(۱۱) خدا نے حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔ اون کے بڑھاپے پر اون کی بے ادبی نہ کرو۔ نرمی اور شفقت سے پیش آؤ۔ قرابتی مسکین مسافر کو اوسکا حق دو فضول خرچی نہ کرو۔ اپنی اولاد (لڑکیوں) کو فقیری کے خوف سے قتل نہ کرو۔ زنا اور قتل ناحق کے مرتکب نہ ہو۔ یتیم کے مال کی حفاظت کرو۔ ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ جس بات کا علم نہ ہو سکے اوسکے درپے نہ ہو۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو۔ خدا کے ساتھ عبادت میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔

(۱۲) میں نے جن اور آدمی اور کسی کام کے لئے نہیں بنائے۔ بجز اس کے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں اون سے (اُنکی) روزی نہیں چاہتا۔ اور نہ یہ کہ مجھے کچھ کھلاویں۔

(۱۳) کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے۔ کہ

اشاعۃ السنۃ 1895ء جلد نمبر 18

مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ اشاعت السنہ کا

خطبہ یا لیکچر

صفحہ نمبر 16، 17 خلافت لائبریری کے موجود ریکارڈ میں نہیں ملا۔

(۲۲) ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظالمون۔ انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار۔ (ابراہیم ع ۔۷۔)

(۲۳) فتجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (سورہ ن ۔ع ۔)

(۲۴) ما یبدل القول لدیّ و وما انا بظلام للعبید۔ (ق ع ۲)

(۲۲) جن ظالموں کو دنیا میں بدلہ نہیں ملتا۔ اون کے ظلم سے خدا تعالےٰ کو غافل نہ سمجھ۔ انکو وہ اس دن تک ڈھیل دیتا ہے جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ (یعنی قیامت کے دن تک)

(۲۳) کیا ہم فرمانبردار اور گنہگار کی برابر دیتے (میں کیا ہو گیا کیسی باتیں) کہتے ہو۔

(۲۴) میرا وعدہ جزا و سزا بدلا یا جائیگا میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

تشریح۔

آیات نمبر ۱ و ۲۔ میں پہلے چار روں سوالوں کا جواب ہے۔ پہلی آئت میں ایک جسمانی حالت انسان سے متعلق سوال اوّل (پیدائش) کا ذکر ہے۔ اور اس پیدائش کی غرض کا بیان اور دنیا و عقبیٰ میں اسکا نتیجہ ظاہر ہونے کا ذکر ہے۔ (دوسری) آئت میں جسمانی حالت انسانی کے مراتب و درجات کا ذکر ہے۔ پھر اوس کی موت اور عاقبت میں اوٹھائے جانے کا بیان۔

اور آیات نمبر ۳ و ۴ و ۵ میں جواب سوال دوئم کے متعلق انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتوں کا بیان ہے۔ کہ انسان جسمانی بناوٹ و اندرونیات میں اور حیوانات سے افضل ہے۔ اہل انصاف انسان کے ہاتھ۔ پاؤں۔ ناک۔ کان۔ آنکھ۔ وغیرہ اعضاء کا مقابلہ۔ اور حیوانات ہاتھی۔ گھوڑے۔ اونٹ وغیرہ کے اعضاء سے کریں تو اس فضیلت کا یقین و اقرار کریں۔ ان میں کی تین اور روحانی حالتوں کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ وہ ان طاقتوں میں سب سے فائق و ممتاز ہے۔ یہانتک کہ وہ سب

اسکے آگے مقہور مغلوب اور یہ قاہر و غالب وہ اسکے خادم و مرکب ہیں۔ اور یہ انکا مخدوم و سوار۔ وہ سب مملوک ہیں۔ اور یہ اُنکا مالک۔

اور نیز ان میں سوال دوم و چہارم کا جواب ہے۔ اور یہ ارشاد کہ اگر انسان اپنی عقلی روحانی طاقتوں سے کام نہ لے اور اپنی بنی نوع اور ہمجنسوں اور ہاتھوں سے حسن اخلاق سے پیش نہ آوے۔ اور اپنے خالق کا حق احسان فراموش کردے تو وہ اِن سب سے نیچے درجہ میں جا گرتا ہے۔ اور بدترین حیوانات سے بدتر ہو جاتا ہے۔ جس کے حق میں دوسری آئت میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ وہ لوگ چوپائے جانوروں کی مانند ہیں۔ بلکہ اُنسے بھی گمراہ تر اور وہ غافل ہیں۔

اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون (اعراف۔ ع ۲۲)

اور اگر وہ ان طاقتوں سے کام لے اور اپنے ہمجنسوں اور خالق کا حق ادا کرے تو دائمی اجر و انعام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جسکا ظہور دنیا و آخرت دو نو جگہ ہوتا ہے۔ اور آیات نمبر ۶ و ۷ و ۸۔ میں سوال اوّل کے متعلق انسان کے حالات ثلثہ جسمانی اخلاقی روحانی کی مزید تشریح ہے۔ اور جواب سوال سوم کی طرف اشارہ کہ انسان کو اپنی اون حالتوں کی قدردانی اور اپنے خالق محسن کی شکر گذاری لازم ہے۔ اور ناشکری کے انجام سے بچنا ضروری ہے۔ اور اُسکو پیدا کرنے اور اون نعمتوں سے سرفراز کرنے سے یہی غرض و مقصود ہے۔

اور آئت نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱۔ میں پہلے سوال کے متعلق انسان کی اخلاقی حالتوں کا بیان اور مکارم اخلاق کی ترغیب و ہدائت پائی جاتی ہے۔ آئت نمبر ۹ و ۱۱۔ میں جو دور و نزدیک کے ہمسائیوں اور یتیموں اور مسکینوں قرابتیوں وغیرہ سے احسان کرنیکا حکم ہے۔ اور آئت نمبر ۱۰ میں جو عدل و انصاف حکم ہے۔ یہ حکم عام ہیں جو اسلام کے علاوہ اور مذاہب کے ہمسایوں اور مسکینوں اور یتیموں قرابتیوں وغیرہ کو بھی شامل ہے۔

اسی اثنا میں ایک ہندو سادہو شوگن چندر نام نے اسی قسم کے جلسہ کا اشتہار دیا تو مرزا جی نے اُسکو اپنی غنیمت سمجھا۔ اور اسکو اپنے اس مدعا کے حصول اور اپنے جدید دعاید مندرجہ رسائل کے بخلاف عقائد اسلامیہ کے اظہار کا کافی وسیلہ خیال کیا۔ یہ سوچکر انہوں نے اس سادھو اور اسکو ہندو کمیٹی اور مادھوں کو جنکے مضمون اشتہار کو اگر ہندو آریہ نے قبول کیا تھا نہ عیسائیوں نے اور وہ منتظر اور اس کے محتاج تھے کہ کوئی انکی دعوت اشتہار کو قبول کرے) اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور انکی کمیٹی کے ممبروں اور منتظموں میں اپنے حواریوں اور خلفا کو شامل کیا۔ انکے اوّل خلیفہ حکیم نور الدین صاحب اس کمیٹی کے چھ اشخاص ماڈریٹروں (منتظموں یا پریذیڈوں) میں سے ایک ماڈریٹر بنائے گئے۔ دوسرے خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکڑالہ۔ اس کمیٹی کے سکرٹریوں میں سے ایک سکرٹری بن گئے۔ تیسرے خلیفہ میاں کمال الدین صاحب برادر فیصل انجمن حمایت اسلام کالج ایگزیکٹو کمیٹی کے ممبر بنگئے۔ وعلی ہذا القیاس اور لوگ داخل و شریک ہوئے۔ سادھو مذکور تاریوں میں بھی بلوائے گئے۔ اور وہاں اون کو اپنے مدعا کے موافق تبلیغ و تلقین ہوئی۔ اور ایک اشتہار بعنوان اشتہار واجب الاظہار بھی بنا دیا گیا۔ جو لفظ بلفظ و حرف بحرف مرزا جی کا بنایا ہوا ہے۔ کسی دوسرے کے ایک لفظ کا اسمیں دخل معلوم نہیں ہوتا۔ (چنانچہ ملاحظہ اشتہار سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے) اور وہاں ہی اپنے مطبع میں مرزا نے اوسکو چھپوا دیا۔ اور وہیں سے شائع و مشتہر کیا۔

غرض اس جلسہ کو مرزا جی نے گویا اپنا جلسہ بنا لیا۔ اور اسکا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ بھی خیال عام اور اوسکا احتمال تام ہے۔ کہ یہ سوالات جو جلسہ کیطرف سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ یہ بھی مرزا جی کی تجویز سے مشتہر کئے گئے ہیں۔ مرزا نے اونکو وہی سوالات تجویز کر کے دیئے جنکے جوابات وہ مدت سے لکھ ہی تھے اور اون کو وہ نیو فیشن اور نئی روشنی کے مطابق عام پسند بنا چکے تھے۔

ہندو = ہندو کیپیٹل (تاجر کنندہ) ہیں۔ ۱۲ منجملہ ایک منشی نامر نواب نقشہ نویس محکمہ مرزا ہیں۔ ایک مبارک علی امام مسجد صدر بازار سیالکوٹ جسکا سیکرٹری میں ہوا۔ اسفرمز سے تعاون دعا بھی دقت بھی مرزا کو دیدیے چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ ۱۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

اسلام کے ہادی اور ہمارے پیغمبر کا ارشاد ہے کہ تمام مخلوق خدا کا عیال ہے

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ ص۴۲۲)	سو خدا کو پیارا وہ ہے جو خدا کے عیال سے احسان کرے۔ (عیال کے معنے فرزند و زوجہ کے نہ سمجھ لینا۔ خدا تعالیٰ جورو بیٹے۔ کنبہ۔ قبیلہ سے پاک ہے۔

عربی زبان میں عیال وہ کہلاتا ہے جس کی کوئی پرورش و تربیت کرے۔)

ہمارے ہادی و پیغمبر کے اصحاب میں سے ایک صاحب عبداللہ بن عمر تھے ان کے گھر میں بکری ذبح ہوئی۔ تو انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ تم نے ہمارے فلاں ہمسایہ یہودی کو گوشت (طور ہدیہ و تحفہ) بھیجا ہے۔؟

اصول و تعلیمات سے ناواقف انام کا خیال ہے کہ اسلام نے کافروں کو مارنے قتل کرنے یا کھانے پینے اور عیش کرنے ہی کی تعلیم کی ہے۔ اخلاق اور ہمدردی انسانی کی اس میں تعلیم نہیں ہے۔ وہ لوگ ان آیات نمبر ۹ و ۱۰ و ۱۱ میں غور کریں اور اپنے غلط خیال کو واپس لیں۔

بیشک اسلام میں جہاد کا حکم بھی ہے۔ جو اسلام کا ایک رکن کیں ہے۔ مگر وہ حکم جہاد ان ہی لوگوں سے مخصوص ہے جو مسلمانوں کو ستاویں۔ اور ان کے مذہب یا حقوق میں ستاندازی کریں۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہر ایک مخالف مذہب کو قتل کرو الیز کو ہمسایہ مسکین۔ یتیم۔ رقراچی۔ اور غیر ضرر رساں کیوں نہ ہو۔ اس مسئلہ کی تفصیل ہمارے رسالہ اقتصادی مسائل الجہاد میں ہو چکی ہے۔ جو اردو۔ فارسی۔ انگریزی تینوں زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔ شائقین تفصیل اس رسالہ کو دیکھیں۔

اور آیت نمبر ۱۲ میں سوال سوم کی تصریح کے ساتھ جواب ہے۔ کہ انسان کو پیدا کرنے اور اسکو جسمانی روحانی قوائے عطا کرنے سے اصل غرض و مقصود یہی ہے کہ وہ

اپنے خالق کی عبادت کرنے کے بجائے جیسے جانوروں کی طرح کھانے پینے میں لگا رہے۔ اور رات دن اسی کے فکر میں سرگرم رہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان دنیا اور معاش کا کسب و شغل چھوڑ کر کسی مسجد میں یا کسی غار میں جا بیٹھے۔ اور بجز نماز و دعا کچھ کام نہ کرے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز و عبادت کو اصل مقصود سمجھے۔ اور دوسرے دنیاوی کاموں کو اسی عبادت کا ذریعہ۔ کیونکہ کھانا کھائے گا۔ اور کپڑا پہنیگا تو عبادت کرسکے گا۔ لہٰذا ہمارا اصل مقصد عبادت ہو۔ اور کھانا کھانا اور کپڑا پہننا اس غرض سے ہو کہ وہ عبادت کے کام میں آوے۔ اور اس سے عبادت میں مدد ملے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎ خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است ؎

کسب حلال و طلب معاش بھی انسان کا ایک فرض ہے۔ مگر وہ فرض عبادت کے دوسرے درجہ پر اور اسکے بعد ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۳)

یہ کسب و طلب معاش بھی اس نیت سے چاہیے کہ یہ ہمارے ذمہ ایک فرض لگایا گیا ہے۔ نہ اس نیت سے کہ ہم اپنے کسب سے اپنے رزاق آپ ہیں اور یہی کسب ہماری روزی کا حقیقی موثر ہے۔

دنیا میں بہت لوگ ناداں و بے سامان ایسے ہیں جو کچھ نہیں کرتے۔ یا کرتے ہیں تو بہت کم۔ مگر وہ عیش سے عمر بسر کرتے ہیں۔ اور بہت سے عقلمند اور صاحب سامان ایسے ہیں جو رات دن کسب کے کام میں سرگرم ہیں۔ اور وہ اپنی ضروریات روزمرہ پوری نہیں کرسکتے۔ ؎ بسا ناداں بہ آسانی روزی ہر سانند کہ دانا اندراں حیراں بمانند ؎

آئت نمبر ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ میں سوال دوم و چہارم کا تشریح اور دلیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ مرنے کے بعد تم اٹھائے جاؤ گے۔ اور اپنے اعمال کا بدلہ اس دنیا اور عاقبت دونو جگہ پاؤ گے۔

تمہارا دوبارہ پیدا کرنا ایسا ہے جیسے پہلے پیدا کرنا۔ اور ساری مخلوق کو اوٹھانا ایسا ہے جیسا کہ ایک جی کو اوٹھانا۔ تم ہر شب ایک قسم کی موت سے قبض کئے جاتے ہو اور پھر صبح کو اٹھائے جاتے ہو۔ ایسا ہی اس موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے۔ جو آخری موت ہے۔

اور آئت نمبر ۱۸ الغائت ۱۹ میں جواب سوال چہارم کی تفصیل و کیفیت بیان کی گئی ہے۔ کہ ایک ذرہ بھر نیکی یا بدی کرو گے تو اسکا بدلہ بھی پاؤ گے۔ دنیا میں ہو خواہ عاقبت میں۔ نیکوکاروں کو دنیا میں بھی نیکی کا بدلہ کسیقدر ملتا ہے۔ اور عاقبت میں پورا ملے گا۔ اور جو دنیا میں کسی نیکی کا بدلہ نہ پائیں گے۔ وہ عاقبت میں اوسکو پورا لیں گے۔ اور انکو بدی کا بدلہ بھی دنیا میں ملجاتا ہے۔ اور کسی بدی سے درگذر بھی ہوجاتا ہے اور آخرت میں وہ اس بدی سے پاک وصاف ہوکر جائینگے۔ اور بدکاروں ظالموں کو انکی بدیوں اور ظلم کا دنیا میں بھی کسی قدر ملجاتا ہے۔ اور آخرت میں پورا ملیگا۔ اور جو دنیا میں ظلم کا بدلہ نہیں پاتے۔ وہ آخرت میں ظلم و گناہوں کا بوجھ پورا اٹھا کر جائینگے اور اُسکا پورا بدلہ پائیں گے۔ ان ظالموں سے دنیا میں کچھ نیکی ہوتی ہے۔ (مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلانا یا پانی پلانا) تو اسکا بدلہ اُن کو دنیا میں صحت و رزق و عافیت ملجاتا ہے۔ اور اُنکا وہ عمل بیکار و بے اجر نہیں رہتا۔ ہاں عاقبت میں اسکا اجر کچھ نہ ملے گا۔ کیونکہ اُنہوں نے بڑا ظلم کیا ہے۔ لہذا اگر وہاں بھی اونکو اسکا بدلہ ملے تو نیکوکار اور پرہیزگار نے گناہ سے اپنے آپ کو روکا۔ اور اسکا بدلہ دنیا میں پورا نہ پایا۔ قانونی و شرعی ظلم ہوگا جس سے خدا تعالےٰ پاک ہے۔

سے جان لیا۔ یہ جواب جو آیات مذکورہ بالا میں ادا ہوئے ہیں۔ صرف دعاوی نہیں ہیں۔ بلکہ اون کے دلائل بھی اُنکے ساتھ موجود ہیں۔ اور یہ قضایا منطق کی اصطلاح میں دلیلات کہلاتے ہیں۔ جنکے قیاسات اُنکے ساتھ ہوتے ہیں۔

انسان کے حالات جسمانی اخلاقی اور روحانی جو آیات مذکورہ میں بیان ہوئی ہیں۔ وہ کس وناکس کے مشاہدہ میں آتے ہیں۔

ومعہذا ہم کم توجہ لوگوں کی فہمائش کے لئے ان حالات کی کسی قدر تشریح بھی بتقریب کریں گے۔

ان حالات کا عین تقضا و لازمہ ہے کہ انسان اپنے ہمجنسوں و ماتحتوں پر شفقت کرے۔ اور حُسن اخلاق سے پیش آوے (جو انسان کی اخلاقی حالت ہے) اور اپنے منعم محسن حقیقی کا شکرگذار و فرمانبردار ہو۔ (جو انسان کی روحانی صفت ہے)

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار ۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری ۔ تیہی

شکرگذاری و فرمانبرداری انسان کی روحانیت ہے۔ جسکے بغیر انسان انسان کہلانیکا مستحق نہیں ہے۔ پس روحانیت ان صفات و حالات انسان کا لازمہ ٹھہری تو اس سے جزا و سزا کی ضرورت بھی ثابت ہوئی۔

جزا و سزا نہ ہو تو انسان کی پیدائش ان حالات و صفات کے ساتھ عبث ٹھہرتی ہے جس سے خدا تعالےٰ علیم و حکیم کی شان بلند ہے۔ ہم ایک کاریگر لوہار کی ساخت سوئی یا گھڑی کو پرکھتے ہیں۔ تو اس سے یقین کرتے ہیں کہ ان سے سینے کا یا دوسرے پرزے لوہے کے کام لینا لوہار کو مقصود ہے۔ اور جو سوئی یا پرزہ یہ کام نہ دے اُسکا پھینکدینا مناسب ہے۔ پھر کیا وجہ عالم کی مصنوعات صفات و حالات انسانی سے یقین نہیں کرتے۔ کہ انسے روحانیت کا کام لینا خدا کا مقصود ہے۔ اور جو کام نہ دے

اسکو انسانیت کے رتبہ سے گرا کر حیوانیت کا مبتدی بنانا ہے۔

اور چونکہ ہم صاف مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دنیا میں بہت لوگ ایسے ہیں۔ کہ اپنے عمل نیک و بد کا پورا بدلہ نہیں پاتے۔ بہت سے نیک عمل خدا ترس ایسے ہیں جو بہت العمر ابنا جنس سے حسن اخلاق و سلوک سے پیش آتے ہیں۔ اور جنکی یاد و عبادت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ باایں ہمہ وہ دنیا میں تنگی و تکلیف سے عمر بسر کر جاتے ہیں۔ اور اپنے افعال حسنہ کا پورا اجر دنیا میں نہیں پاتے۔ اور بہت لوگ ایسے ہیں کہ جو رات دن فسق و فجور و ظلم و غفلت میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ دنیاوی عیش اور آسائش سے عمر بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے فسق و فجور و ظلم و غفلت کی کچھ بھی سزا دنیا میں نہیں پاتے جس سے ہم کو یقین ہوتا ہے۔ کہ انکی جزا و سزا کا محل اس دنیا کے سوا کوئی اور محل بھی ہونا چاہیئے۔ ورنہ پیدائش صفات انسانی عبث ہو جائیگی۔

وہ محل عاقبت یا قیامت ہے۔ جس کی آیات مذکورہ بالا میں خبر دیگئی ہے۔

جزاء و سزا اخروی کے تین نظائر دنیا میں بھی موجود ہیں۔ اور کس و ناکس کے مشاہدہ و تجربہ میں آجاتے ہیں۔ ان ہی نظائر سے چوتھی قسم (اخروی جزا و سزا) کا یقین بھی حاصل ہو سکتا ہے:۔

صاحبان! جن تین اقسام کی جزا و سزا دنیا میں مل جاتی ہیں۔ **از انجملہ ایک وہ جزا و سزا ہے۔** جو انسان کے جسمانی حالات اور طبعی خواص کا مقتضا ہے۔ انسان اگر غذا موافق طبع کھاوے تو تندرست رہتا ہے۔ اور اگر زہر کھاوے تو وہ فوراً مر جاتا ہے گھوڑا کھاس کھائے تو اچھا رہتا ہے۔ اور اگر گوشت کھائے تو اسکو صحت میں فتور و قصور واقع ہو جاتا ہے۔ یہ جزا و سزا نہیں تو اور کیا ہے؟

قسم دوم وہ سزا جو انسان کی روحانی صفات ڈبونے کا مقتضا ہے۔ کسی انسان سے (بشرطیکہ وہ انسانیت سے بالکل خارج ہو کر بہائم سے ملحق نہ ہو گیا ہو۔) اگر کسی معصوم

کی جان بے گناہ و ناحق تلف ہو گئی ہو تو اگرچہ کسی دوسرے غالب (حاکم وقت) یا ساوی درجہ کے آدمی کو خبر تک نہ ہوئی ہو۔ تاہم اسکے دل سے اوسکی روحانیت سے اوس کے کانشنس سے افسوس و رنج و ملامت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس سے کسی مخلوق پر رحمت و شفقت عمل میں آوے تو اسکے دل میں فرحت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی سزا و جزا نہیں تو اور کیا ہے؟ قسم سوم وہ جزا سزا ہے کہ اعمال نیک و بد کے عوض میں دنیا کے لوگوں سے ملتی ہے جب کوئی نیک کام کرتا ہے اور اس کے اس کام پر دنیا کے لوگوں کو اطلاع ہوتی ہے۔ تو چاروں طرف سے اُسپر نعرہ تحسین بلند ہوتا ہے۔ عام لوگوں کیطرف سے (اون کی غرض اس شخص سے متعلق ہو خواہ نہ ہو) آفرین کی صدا پہنچتی ہے۔ کہ فلان شخص بڑا نیک ہے جس نے ایسا نیک کام کیا ہے۔ اور اگر وہ برائی کرتا ہے تو دنیا کے لوگوں سے اُسپر لعنت اور شیم شیم کی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور چاروں طرف لعنتوں کی بوچھاڑ پڑتی ہے۔ اور کس و ناکس کی طرف سے یہ آواز آتی ہے۔ کہ فلان شخص بہت بُرا آدمی ہے۔ جس نے ایسا بُرا کام کیا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی جزا و سزا اعمال نہیں تو اور کیا ہے۔؟

صاحبان! یہ قسم سوم بھی ایک قسم کی آسمانی جزا و سزا ہے۔ خدا کے حضور میں کسی شخص کے کسی فعل نیک یا بد کے سبب عزت یا اہانت ہوتی ہے۔ تو حکم آسمانی پہنچے آسمان والوں میں۔ پھر دنیا میں سرکلیٹ کیا جاتا ہے کہ یہ شخص میرا پیارا ہے دشمن ہے تم اس کو پیار کرو یا اس سے دشمنی کرو تو وہ مقبول یا مبغوض خلائق ہوتا ہے۔ حضور کی ایک حدیث کا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اور اوسکے موافق

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدًا دعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء فیوضع لہ القبول فی الارض الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۷)

یہ ضرب المثل مشہور ہے "زبان خلق نقارہ خدا" اور جب یہ تین قسم جزاو سزا کے مسلم کل ہیں تو چوتھی قسم جزاو سزا اخروی کا مان لینا محل اشکال نہیں رہتا۔ اور قرآن کے دعوے جزاو سزا اُخروی کے صدق میں شک باقی نہیں رہتا۔

خاص کر پہلے سوال کے متعلق روحانی حالات انسانی کا جواب

(جسکے ضمن میں اور سوالات کا جواب بھی ادا ہوا ہے)

(۱) انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ (احزاب۔ ع ۹۔)

(۱) ہمنے امانت کو (اخلاقی اور روحانی احکام کو سمجھا لانا۔ اور اس تکلیف کا متحمل ہونا) آسمان اور زمین اور پہاڑوں (کی فطرت) پر پیش کیا۔ تو اُنہوں نے (اپنی فطرتی عدم لیاقت سے) انکار کیا۔ اور ان (کی حالت) کو اس سے ڈر لگا۔ انسان نے اوسکو اٹھالیا۔ کیونکہ اس (کی فطرتی حالت میں ظلم (اور اضاف) اور جہل (اور علم) دونو داخل تھے۔ (اور یہ اس تکلیف کی صلاحیت رکھتا تھا۔)

(۲) وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعالی عما یشرکون۔ (قصص۔ ع۔)

(۲) تیرا رب جس مخلوق کو چاہتا ہو کسی صفت سے چن لیتا ہے (اور مخصوص کرتا ہے) لوگوں کو اس امر کا اختیار نہیں ہے۔ (جو مشرکین اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں شخص کو فلاں صفت سے کیوں مخصوص کیا۔ اس سے خدا) پاک اور بالاتر ہے۔

(۳) واذا جاءتھم ایۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ اللہ اعلم حیث یجعل

(۳) جب اُنکو (نبی کی تصدیق کیلئے) کوئی نشانی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم نہ مانینگے جبتک ہمکو نہ ملے جو رسول کو ملا ہے

رسالته سیصیب الذین اجرموا صغار عند الله وعذاب شدید بما کانوا یمکرون (انعام - ع - ۱۵ -)	(یعنے نبوت و معجزہ) اللہ خوب جانتا ہی رسالت کہاں بھیجی۔ مجرمون (رسول کے منکروں) کو جلد ذلت اور سخت عذاب پہنچیگا۔ ان مکروں کے بدلے جو وہ کرتے ہیں۔
(۴) قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون ان تصدونا عما کان یعبد اٰباؤنا فاتونا بسلطان مبین قالت لهم رسلهم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن الله یمن علی من یشاء من عباده وما کان لنا ان نأتیکم بسلطان الا باذن الله وعلی الله فلیتوکل المؤمنون (ابراہیم - ع - ۲ -)	(۴) وہ (رسولوں کو) بولے تم تو ہمارے جیسے بشر ہو (جو کھاتے پیتے ہو۔) اور ہم کو ان معبودوں سے روکتے ہو۔ جنکو ہمارے بزرگ پوجتے تھے۔ ہمارے پاس کوئی نشان ظاہر لاؤ۔ رسولوں نے کہا۔ ہیں تو ہم تمہارے جیسے۔ مگر خدا جس بندہ پر چاہتا ہے۔ احسان کرتا ہے۔ اور نشان لانے کا ہم کو (ذاتی) اختیار نہیں ہے۔ بجز اسکے کہ خدا کا حکم ہو۔ اور خدا ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔
(۵) قالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم اهم یقسمون رحمت ربک نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحوة الدنیا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات لیتخذ بعضهم بعضا سخریا - ورحمت ربک خیر مما یجمعون (زخرف ع - ۳ -)	(۵) وہ بولے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن دو بستیوں (مکہ اور طائف) کے ایک سردار پر کیا وہ خدا کی رحمت کو بانٹتے ہیں۔ ہم نے ان میں دنیا کی روزی بانٹ رکھی ہے۔ اور ایک کو دوسرے سے اونچا کیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو خادم بنالے خدا کی رحمت اس سے بہتر ہی جو وہ اکٹھا کرتے ہیں۔

(۶) انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض وللآخرۃ اکبر درجات واکبر تفضیلا (بنی اسرائیل۔ ع۔۲)	(۶) دیکھ ہم نے کیونکر ایک کو ایک پر (دنیا میں) بزرگی دی ہے۔ (اسی سے سمجھ لے) کہ البتہ آخرت درجوں میں اور بزرگی میں بہت بڑی ہے۔
(۷) قل ما کنت بدعا من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین۔ (احقاف۔ ع۔۱۰)	(۷) تو کہدے میں انوکھا رسول نہیں ہوں (یعنے نہ میری تعلیم انوکھی ہے۔ نہ رسالت) اور مجھے یہ خبر نہیں کہ (دنیا میں) مجھ سے کیا ہوگا۔ (مکہ میں رہکر تم پر غالب آؤنگا۔ یا یہاں سے ہجرت کرکے غلبہ حاصل کرونگا) اور تم سے کیا ہوگا۔ میں تو حکم ہی کا پیرو ہوں۔ اور میں صرف کھلا کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔
(۸) وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل۔ ع۔۲)	(۸) ہم کسی بستی کو عذاب کرنیوالے نہیں جبتک کہ رسول نہ بھیج لیں۔
(۹) انما انت منذر ولکل قوم هاد (رعد۔ ع۔۱)	(۹) تو صرف ڈر سنانے والا ہے۔ اور ہر ایک قوم کیلئے (ایسے) رہنما گذرے ہیں۔
(۱۰) ان انت الا نذیر۔ انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا۔ وان من امة الا خلا فیها نذیر۔ (فاطر۔ ع۔۳)	(۱۰) تو صرف ڈر سنانے والا ہے۔ اور تجھے ہم نے ڈر سنانے والا۔ اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت یا جماعت نہیں جس میں ڈرانے والا نہ گذرا ہو
(۱۱) وما کان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلو علیهم آیاتنا وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظالمون (قصص۔ ع۔۷)	(۱۱) تیرا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کرے۔ جبتک اسکے صدر مقام میں رسول بھیج لے۔ جو ہمارے خدا کی آیتیں پڑھے۔

(۱۲) انا اوحینا الیک کما اوحینا
الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا
الی ابراھیم واسمعیل واسحق و
یعقوب والاسباط وعیسی وایوب
ویونس وھارون وسلیمان واتینا
داود زبورا۔ ورسلا قد قصصنھم
علیک من قبل ورسلا لم نقصصھم
علیک وکلم اللہ موسی تکلیما۔
رسلا مبشرین ومنذرین لئلا
یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل
وکان اللہ عزیزا حکیما۔ (نساء ع ۲۳)

(۱۳) شرع لکم من الدین ما وصی بہ
نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا
بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان
اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی
المشرکین۔ ما تدعوھم الیہ۔ اللہ
یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ
من ینیب۔ (شوری ع ۲)

(۱۴) لکل جعلنا منکم شرعۃ و
منھاجا ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ
ولکن لیبلوکم فی ما اتاکم فاستبقوا الخیرات

ہم (بستیوں کو تب ہی) ہلاک کرتے ہیں کہ
اُسکے لوگ ظالم ہوں۔

(۱۲) ہم نے تیری طرف ایسے وحی (مخفی
پیغام) بھیجی ہے جیسے نوح۔ ابراہیم
و اسمٰعیل۔ و اسحٰق۔ و یعقوب۔ و عیسیٰ۔ و
ایوب۔ و یونس۔ و ہارون۔ و سلیمان کی
طرف بھیجی۔ اور داؤد کو زبور عطا کی۔ اور
موسےٰ سے ہمکلامی کی۔ اور کتنے رسول بھیجے
جنکا حال سُنایا۔ اور کتنے رسول بھیجے
جنکا حال نہیں سُنایا۔ رسولوں کو ڈرانے
اور خوشخبری سُنانے کو بھیجا۔ تاکہ لوگوں کی
خدا کے سامنے حجت باقی نہ رہے (کہ ہمارے
پاس کوئی رسول نہیں آیا۔)

(۱۳) تمہارے لئے اُسنے وہ (اصول) دین
مقرر کردیئے ہیں جو نوح وغیرہ نبیوں کو
مقرر کردی تھے۔ اور حکم دیا کہ دین کو
قائم رکھو۔ اور اسمیں پھوٹ نہ ڈالو۔ اللہ جسے
چاہتا ہے جن لیتا ہے۔ جسکو چاہتا ہے
راہ دکھاتا ہے۔

(۱۴) تم میں سے ہر ایک کو (مناسب وقت)
جدا جدا فروعی شریعتیں بھی دی ہیں خدا

جب اس کمیٹی کا پہلا اشتہار متضمن سوالات و درخواست جواب کمیٹی کیطرف سے خاکسار کے پاس بمقام بٹالہ پہنچا۔ تو بینے سکرٹریوں میں مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر چکرالہ کا نام پڑھ کر فوراً سمجھ لیا۔ کہ اس جلسہ سے مرزا جی اپنا وہ کام نکالنا چاہتے ہیں (جس سے وہ اپنا اشتہار جاری کرنیکے بعد ناکام رہے تھے) اور عام مسلمانوں کے سامنے اپنی مسلمانی جتانے اور فتوے کفر و تکذیب پیشگوئی متعلقات موت عبداللہ آتھم اور اپنی منکوحہ آسمانی کے شوہر ثانی کے اثر کو مٹانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سمجھکر میں کمیٹی کی درخواست قبول کرنے میں متوقف و متردد ہو گیا۔ ایک تو یہ خیال آیا کہ اس جلسہ میں مرزا نے اپنے عقائد جدیدہ کے برخلاف عقائد قدیمہ اسلامیہ کا اظہار کیا۔ تو اوس سے لوگوں کو دھوکہ لگے گا۔ لوگ اون کو مسلمان سمجھ جائیں گے۔ اور اون کے دام میں آئیں گے۔ دوسرا یہ خیال کہ اگر میں یا کوئی اور عالم مسلمان اس جلسہ میں شریک و شامل نہ ہوا تو جلسہ میں مرزا کا یک طرفہ بیان وہی اثر پیدا کریگا۔

میں اسی تردد میں تھا کہ کارسپانڈنس سکرٹری انجمن حمائت اسلام لاہور کا خط اس مضمون کا میرے پاس پہنچا کہ انجمن حمائت اسلام نے اسلام کی طرف سے سوالات جلسہ کے جواب دینے کے لئے آپ کو وکیل منتخب کیا ہے اسی مضمون کا ایک خط مسلمانان وزیر آباد کی طرف سے مولوی حافظ عبدالمنان صاحب کا پہنچا۔ اور ایک خط انجمن اسلامیہ جہلم کی طرف سے منشی الٰہی بخش سکرٹری انجمن کا پہنچا۔

ان خطوط نے میرے اس تردد کو رفع کر دیا۔ اور مجھے اس جلسہ میں شریک ہونے اور اسلام کی وکالت کرنے پر امور مرقومہ بالا مجبور کر دیا۔ کمیٹی جلسہ کے نام جواب لکھدیا کہ میں جلسہ میں شامل ہونگا۔ اور اسلام کیطرف سے جواب سوالات ادا کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ

الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون (مائدہ - ع - ۷)

(۱۵) وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولکن جعلنہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم (شوری - ع - ۵)

چاہتا تو سب کو ایک ہی (فرد و جماعت والی) جماعت بنا دیتا ہے۔ مگر وہ تم سے احکام مناسب وقت و حالت کے مطابق کام لینا چاہتا ہے سو جیسیں ہیں گاڑی بڑھو۔

(۱۵) ایسا ہی ہم نے تیری طرف روح کو (یعنے وحی الٰہی کو جو دلوں کو زندہ کرتی ہے) اپنے حکم سے بھیجا۔ تو نہ جانتا تھا کتاب آسمانی کیا ہوتی ہے۔ اور ایمان (لانے کی باتیں) کیا۔ ولیکن ہم نے یہ روشنی کی ہے۔ اس سے ہم راہ دکھاتے ہیں جسکو اپنے بندوں سے چاہتے ہیں اور تو (بھی) لوگوں کو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

(۱۶) قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادرٰکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون۔ (یونس - ع - ۲)

(۱۶) تو کہدے کہ خدا چاہتا۔ تو میں یہ کتاب تمپر نہ پڑھتا۔ اور نہ وہ تمکو اسکی خبر دیتا۔ میں تو تم میں ایک عمر رہ چکا ہوں تم نہیں سمجھتے۔

(۱۷) وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون (عنکبوت ع ۴)

(۱۷) تو اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتا تھا۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا تب تو شک کرتے یہ جھوٹے۔

(۱۸) قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون (انعام - ع - ۴)

(۱۸) ہمکو علم ہے کہ تجھے انکی بات سے غم ہوتا ہے وہ تجھے تو جھوٹا نہیں کہتے۔ (بلکہ ظالم) تو میری آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۹) وقال الذین کفروا ان هذا الا افك افتراه واعانه علیه قوم اخرون۔ فقد جاؤ ظلماً وزورا۔ وقالوا اساطیر الاولین اکتتبها فهی تملی علیه بکرة واصیلا۔ قل انزله الذی یعلم السر فی السموات والارض انه کان غفورا رحیما (فرقان۔ ع۔۱۰)

(۱۹) منکر کہتے ہیں یہ قرآن جھوٹ ہے اسنے از خود بنا لیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں نے اوسکی مدد کی ہے۔ سو آگئی ظلم اور جھوٹ پر بولے یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اُسنے لکھوا لی ہیں اور رات دن اسپر پڑھی جاتی ہیں تو (انکے جواب میں) کہدے یہ قرآن اُسنے اتارا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے۔ (یعنے اس میں وہ بھید ہیں جنکے بیان کی آدمیوں کو قدرت نہیں)

(۲۰) ولقد نعلم انهم یقولون انما یعلمه بشر لسان الذی یلحدون الیه اعجمی وهذا لسان عربی مبین (النحل۔ ع۔۱۲۔)

(۲۰) بیشک ہم جانتے ہیں کہ یہ کہتے ہیں کہ اوسکو ایک آدمی سکھاتا ہے جسکی طرف وہ جھکتے ہیں۔ اسکی زبان تو عجمی ہے۔ اور یہ قرآن فصاحت عربی ہے۔

(۲۱) ام یقولون افتراه قل فأتوا بعشر سور مثله مفتریات و ادعوا من استطعتم من دون الله ان کنتم صدقین۔ (ہود۔ ع۔۳۰۔)

(۲۱) کیا یہ کہتے ہیں کہ اسنے یہ (قرآن) جھوٹ بنا لیا ہے۔ تو کہہ (اگر جھوٹ ہے) تو تم بھی ویسی دس سورتیں جھوٹی بنا کر لاؤ۔ اگر سچے ہو۔ اور جس کو (مدد کے لئے) بُلا سکو بلا لو۔

(۲۲) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورة من مثله وادعوا شهداءکم من دون

(۲۲) اگر تم کو اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے۔ تو تم اس جیسی ایک ہی صورت بنا کر لاؤ۔

اللہ ان کنتم صدقین۔ فان لم	اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ اگر تم
تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار	سچے ہو۔ اور اگر ایسا نہ کرو اور ہرگز نہ
التی وقودھا الناس والحجارۃ	کرسکو گے تو (انکار چھوڑ کر) اس آگ
اعدت للکافرین (بقرع۔)	سے بچو جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں
(۲۳) قل لئن اجتمعت الانس	منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔
والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا	(۲۳) تو کہدے کہ آدمی اور جن سب
القران لا یأتون بمثلہ ولو کان	ملکر اس قرآن کی مثل بنا کر لانا چاہیں
بعضھم لبعض ظھیرا (بنی اسرائیل ع ۱۰)	تو ہرگز نہ لاسکینگے۔ اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بنجائے۔

تشریح

صاحبان! یہ تیس آیتیں جو میں نے پڑھی ہیں۔ یہ جلسے کے متعدد سوالوں کی جواب کی متضمن ہیں۔ مگر خصوصیت اور تفصیل کے ساتھ ان میں پہلے سوال کو متعلق انسان کی روحانی حالت کا بوجہ اس کے روحانی خالق کو ماننا اور نوجا سکی زندگی خالق اور اوسنے رابطہ جنس مخلوق سے تعلق ہے مخلوق سے اسکے تعلق کا اثر یہ ہے یا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے ہمجنسوں سے حسن اخلاق کے ساتھ پیش آئے اور ان کے واجبی حقوق ادا کرے۔

خالق سے اسکے تعلق کا اثر یہ ہے یا ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اوس کی فرماں برداری اور شکر گذاری میں لگا رہے۔ اور اوسکی مرضیات کا شائق و طالب رہے۔

یہ اعلےٰ درجے کی روحانیت انسان کو ذاتی قدرت و اختیار اور صرف اپنے عقل و عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ یہ محض قدرتی و وہبی دولت ہے۔ جو خدا تعالےٰ ہی کے فضل و مہربانی سے بسبب استعداد و قابلیت محل حاصل ہوسکتی ہے۔ اس دولت عظمےٰ و موہبت کبریٰ کے لئے خدا تعالےٰ اپنے خاص خاص بندوں کو چن لیتا ہے

جس کو رسول اور نبی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انہی کے ذریعہ بطور نیابت و وراثت یہ دولت دوسرے روحانیوں کو بھی پہنچتی ہے جو انبیا علیہم السلام کے اتباع میں شامل ہو کر اولیاء و صلحا کہلاتے ہیں

حضرات انبیاء علیہم السلام اس دولت کے اوّل درجے کے مالک بنائے جاتے ہیں۔ اور اُن کی روحانیت ایسے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ کہ نوع انسان کے لئے اس سے بڑھ کر حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔

ان آیات کریمہ میں اوّل درجے کے روحانیوں (انبیاء علیہم السلام) کی قوت روحانی کا بیان و ثبوت ہے۔ جس کی تقریر آیات مذکورہ کی تفسیر کے طور پر کی جاتی ہے۔

آئت نمبر ۱ اوّل میں انسان کو اخلاقی اور روحانی طاقتوں کا محل ہونے۔ اور اسوجہ سے روحانی کاموں کے بجالانے کے واسطے مامور ہونے کے لائق ہونے کا بیان ہوا ہے۔ پھر آئت نمبر ۲ میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ کہ اس روحانیت میں سبھی انسان مساوی درجے پر نہیں ہیں۔ بعض اوّل درجے کے روحانی ہوتے ہیں۔ جنکو خداوند تعالےٰ چُن لیتا ہے۔ اور اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ خدا نے سب کو مساوی و یکساں کیوں نہ کر دیا۔

پھر آئت نمبر ۳ میں منکرین انبیاء کا یہ سوال نقل کر کے کہ ہم کو وہ درجہ کیوں نہ ملا اسکا یہ جواب دیا۔ کہ تم سب اس درجہ کی لیاقت و قابلیت نہیں رکھتے ؎

کلاہ خسروی و یا دستاہی ٭ بہر گل کے رسد عاشاد کلا۔

پھر آئت نمبر ۴ وہ میں ان کے سوال مذکور کی یہ سند و دلیل نقل کر کے کہ "انبیاء بھی ہماری مثل بشر ہیں۔ اور کھاتے پیتے ہیں"۔ اسکا یہ جواب دیا ہے کہ انبیاء کھانے پینے سے مستثنےٰ و ممتاز نہیں۔ بلکہ وہ روحانی صفات سے ممتاز ہیں جنکی

دنیا سے وہ چننے کیلئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ اور خدا جس پر چاہے کوئی احسان کرے اسمیں کسی کو مجال اعتراض نہیں ہے۔ دنیا کے مراتب و درجات کو دیکھو۔ کوئی بادشاہ ہے۔ کوئی گدا۔ کوئی خادم ہے کوئی مخدوم کوئی فقیر ہے کوئی امیر۔ ان تفاوت اور امتیازات پر اعتراض نہیں تو روحانی درجات میں خصوصیت انبیاء پر کیوں اعتراض ہے۔

پھر آئت نمبر ۶ میں دنیاوی مراتب و درجات میں ایک کی دوسرے پر فضیلت مسلم قرار دیکر اس سے روحانی اور اخروی درجات کی فضیلت کا اثبات کیا اور معترضین کے سوال مذکور کو قطع کر دیا۔

آیات نمبر ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱۔ میں خاتم الانبیاء کے نبوت و رسالت سے مخصوص ہونے پر اعتراض کو اٹھایا۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ جیسے آپ رسول ہو کر آئے ہیں۔ ویسے ہی ہر ایک قوم کے لئے رسول و نبی ہو گذرے ہیں۔ کوئی امت یا جماعت رسول سے خالی نہیں۔

صاحبان! عام لوگوں کا ایک یہ اعتراض تھا۔ کہ قرآن میں خاص کر عرب یا شام وغیرہ ملک کے نبیوں کا ذکر ہے۔ اس نبوت کی روحانی اصلاح کے لئے ضرورت تھی تو اور ملکوں میں نبی کیوں نہیں بھیجے گئے۔ اس اعتراض کا ان آیات میں یہ جواب دیا گیا ہے۔ کہ سب قوموں اور سب ملکوں کے صدر مقاموں میں رسول بھیجے گئے ہیں۔

آئت نمبر ۱۲ میں یہ فرمایا ہے کہ فرق صرف یہ ہے کہ بعض رسولوں کا ہم نے حال سنایا ہے بعض کا نہیں سنایا۔

صاحبان! اسکی وجہ یہ ہے۔ (واللہ اعلم) کہ قرآن کے اول مخاطب اُن ہی ملکوں کے رسولوں کی تصدیق کر سکتے تھے۔ جو عرب کے قریب تھے اور اُنہی رسولوں کے

نام انہوں نے سنے ہوئے تھے۔ اور اگر ہندوستان یا فارس کے رسولوں کے نام اون کو سنائے جاتے تو وہ اُون کی تصدیق نہ کر سکتے۔

قرآن شریف سے ہم کو نہیں بتایا ہے اسلئے یقیناً تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ممکن ہے کہ ہندوستان میں وہ لوگ رسول ہوگذرے ہوں جنکو یہاں کے لوگ اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔ پچیس برس کا عرصہ ہوا ہے کہ میں نے مرزا مظہر جانجانان خلیفہ ارشد حضرت مجدد الف ثانی کے حالات کی کتاب مقامات مظہری میں دیکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب یا آپکے پیر صاحب نے رام اور کرشن کو خواب میں آگ کی نہر میں دیکھا۔ ایک شخص نہر کے بیچ میں کھڑا ہے۔ دوسرا کنارے کے قریب۔ اسکی تعبیر مرزا صاحب یا ان کے پیر نے یہ کی۔ کہ ممکن ہے کہ یہ معرفت و عشق الٰہی کی آگ ہو۔ اور بیچ میں کھڑا ہے وہ معرفت و عشق الٰہی میں کامل اور کنارے کے قریب کھڑا ہونے والا اس سے کمتر ہو۔

اگر کسی مسلمان کو یہ شبہ پیدا ہو کہ اُن لوگوں کے جو حالات و مقالات انکے پیرو (ہندو) بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسے نہیں ہیں جیسے مقدس لوگوں کے ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں مرزا صاحب موصوف کی اس خواب کی مذکورہ بالا تعبیر کیونکر درست ہو سکتی ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حالات جو انکے پیرو بیان کرتے ہیں اصلی اور واقعی نہ ہوں۔ بلکہ وضعی اور بناوٹی ہوں۔ چنانچہ یہود اور نصارے مقدس گروہ انبیاء علیہم السلام کے بہت سے حالات و مقالات ایسے بیان کرتے ہیں جو اُن کی شان کے مناسب نہیں۔ پھر کیا ان حالات سے ان ہستیوں کی نسبت کچھ اعتراض ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ دور کیوں جاؤ اسلام ہی کو دیکھو عام مسلمانوں نے اسلام میں بہت سی باتیں ایسی ملا رکھی ہیں جو اصل اسلام میں نہیں ہیں۔ پھر کیا ان عوام کے کہنے سے وہ باتیں داخل

اسلام سمجھی جاسکتی ہیں - ہرگز نہیں - بلکہ ادنیٰ یقینی طور پر وضعی اور بناوٹی کہا جاتا ہے اور اسلام کو ان سے پاک سمجھا جاتا ہے -

ایسا ہی ممکن ہے کہ جو بُری باتیں رام اور کرشن کی ہندوؤں کی کتابوں میں موجود ہیں - وہ اصلی نہ ہوں بلکہ وضعی ہوں [illegible]

آئت نمبر ۱۲ و ۱۳ میں خاتم الانبیاء کی تعلیم کا انبیائے سابق کی تعلیم سے مطابق ہونا بیان ہوا ہے - اور یہ فرمایا ہے - کہ اصول تمام انبیاء علیہم السلام کے ایک ہیں فروعات میں اختلاف ہے جو ہر وقت اور ہر زمانہ میں بسبب ضرورت اور مصلحت وقت ہوتا رہا ہے - پس صرف ان بعض فروعی اختلافات کی نظر سے آپ کے مخالفین اور منکرین کو آپ کی تصدیق اور پیروی سے نفرت اور انکار کسی طرح بھی مناسب نہیں - وہ ان فروعات سے نظر اوٹھا کر اصول کو دیکھیں اور ان اصول کی نظر سے خاتم الانبیاء کو بھی مان لیں - اگر وہ پہلے نبیوں کو مانتے ہیں -

آئت نمبر ۱۵ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۸ - میں منکرین نبوت خاتم الانبیاء پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ یہ شخص چالیس برس کی عمر تک تم میں رہا - نہ لکھنا جانتا تھا - نہ لکھے ہوئے کو پڑھنا نہ کسی کتاب کا علم رکھتا تھا - نہ ایسی باتوں سے واقف تھا - چالیس برس تک ان باتوں سے آشنا نہ ہوا - اور کبھی انکا دعوےٰ نہ کیا - تو چالیس برس کے بعد جبکہ قوائے انسانی وشہوانی درجہ انحطاط کو پہنچ جاتے ہیں - ایسی باتیں ایمانی اور ایسی کتاب آسمانی از خود کیونکر بنا لایا - اور نیز چالیس برس کی عمر تک اوس نے بندوں پر جھوٹ نہ بولا - تو دعوےٰ نبوت و نزول کتاب آسمانی میں خدا پر کیونکر افترا کیا -

ابوجہل نے آپ کو کہا تھا کہ ہم تمہیں جھوٹا نہیں کہتے اور نہ ہم نے تیرا جھوٹ کبھی دیکھا ہے - پر یہ جھوٹ ہے جو تو اپنے لے کر آیا ہے جسپر یہ ارشاد ہوا ہے

نمبر۱۸ میں ہے کہ یہ تجھے جھوٹا نہیں کہتے مجھے کہتے ہیں۔

آیت نمبر۱۹ تا آخر منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا یہ شبہ و خیال نقل کیا ہے کہ یہ شخص جو مکہ کے ایک نصرانی لوہار کے پاس کبھی جایا کرتا تھا اوس سے یہ قصے کہانیاں عاد و ثمود کی سیکھ کر آتا ہے۔ اور اون کو لکھ کر خوب یاد کر کے لوگوں کو سُنا دیتا ہے۔ اور یہ جھوٹا دعوے کرتا ہے۔ کہ یہ قرآن ہے جو خدا کیطرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن کریم نے انکے اس شبہ کے دو لاجواب جواب دیئے ہیں۔ جنکا جواب نہ کسی نے آجتک دیا۔ نہ قیامت تک کوئی دیسکتا ہے۔ ساری دنیا کے مخالف اور معاند جمع کیوں نہ ہو جائیں اوّل جواب آیت نمبر۲ میں یہ دیا کہ وہ لوہار جس کے پاس کسی زمانے میں آنحضرت جایا کرتے تھے اسکی زبان عربی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن تو ایسا صاف عربی ہے جس کا لوہا عرب نے مان لیا ہوا ہے۔ اُسپر اُنہوں نے یہ اعتراض کیا۔ جس کا آیت ۱۹ میں ذکر ہے۔ اسکا جواب لاجواب آیت نمبر۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ میں یہ دیا کہ یہ شخص تو لکھا پڑھا نہ کبھی اوس نے شعر کہا نہ خطبہ پڑھا۔ (یعنے لکھ دیا) اور تم لوگ تو بڑے بڑے شاعر و خطیب (لکھوار) ہو۔ اس قرآن کو اس شخص کا کلام سمجھتے ہو تو تم اسکی مثل دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ اس سے وہ لوگ رہ گئے تو فرمایا کہ ایک ہی سورت بنا کر دکھاؤ اور ساتھ ہی اسکے یہ پیشگوئی بھی کر دی کہ تم ہرگز ایک سورہ بھی اسکی مثل بنا نہ سکو گے۔ اگرچہ تمام جن و انسان ملکر ایک دوسرے کے مددگار ہو جاویں۔

اس جواب کے جواب میں منکرین نبوت خاتم الانبیاء عاجز و ساکت ہو گئے کوئی شخص زمانہ حضرت رسالت میں اور اوسکے بعد آجتک ایسا نہ اٹھا جس نے قرآن کی ایک سورہ کا مقابلہ کیا ہو۔ اور اس مقابلہ میں وہ کامیاب ہوا ہو۔ اور آئندہ بھی

قیامت تک ممکن نہیں ہے کہ کوئی اسکے جواب میں کھڑا ہو جائے۔ اور قرآن کی ایک چھوٹی سی سورۃ مثلاً انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ کی مثل بنا سکے۔

اس سے قرآن کا نہ صرف لفظی اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ اسکا معنوی اعجاز (ایک پیشگوئی کرنا۔ اور اسمیں سچا نکلنا) بھی ایسا زور سے ثابت ہوتا ہے کہ اسمیں کسی کو چون وچرا کرنے اور دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

صاحبان — اس مجلس کے اکثر حاضرین اور سامعین ہندی ہیں جو عربی زبان سے واقف نہیں ہیں۔ لہذا وہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کو اپنے ذاتی علم سے نہیں پہچان سکتے۔

قرآن کا اعجاز سمجھنے کے لئے اون کو یہی امر کافی ہے کہ عرب عربانے (جو دنیا بھر میں بولنے والا صرف اپنے آپ کو سمجھتے تھے۔ اور باقی ملکوں کے آدمیوں کو عجم (جس کے معنے گونگے کے ہیں) کے نام سے موسوم کرتے تھے) اس قرآن کی فصاحت و بلاغت کو تسلیم کر لیا۔ اور اوسکا مقابلہ اون سے نہ ہو سکا ہوتا تو باوجود کثرت مخالفین خاتم الانبیاء کے وہ مخفی نہ رہتا۔ خصوصاً اوس حالت میں کہ قرآن نے بطور پیشگوئی یہ دعوے کیا۔ اور اشتہار دیدیا تھا کہ کوئی شخص قرآن کا مقابلہ نہ کر سکے گا اس دعوے و اشتہار پر مخالفین و معاندین ختم الانبیاء کا قومی و مذہبی فرض تھا کہ ضرور مقابلہ کرتے اور قرآن کے دعوے لفظی اعجاز کو بھی توڑتے۔ اور اس کے معنوی اعجاز (پیشگوئی) کو بھی جھٹا کرتے۔ اگر وہ اپنے اندر اس مقابلہ کی قدرت پاتے۔ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ تو اس سے کس طرح اس کو (گو عربی زبان اور اسکی فصاحت و بلاغت سے آشنا نہ ہو) یقین ہو سکتا ہے کہ قرآن کی عربی بے مثل ہے۔ اور کوئی بشر ایسی عربی بنانے پر قادر نہیں۔

مثلاً جہاں ۱- ایک شخص کسی کھڑیکا عمدہ ہونا اپنے ذاتی تجربہ سے نہیں جانتا پر وہ لائق و ماہر سیکہ (کھڑی ساز) کے کہدینے سے اسکی عمدگی کا یقین کرلیتا ہے ایک ہی ایک شخص سونے یا موتی کی شناخت نہیں رکھتا پر لائق جوہری - یا صراف کے کہدینے سے اسکی کھرائی و ستھرائی کا یقین کرلیتا ہے -

ایسا ہی غیر عربی دان عرب کے فصلی شہادت مذکور سے قرآن کی عربی کے بیشل ہونے کا یقین کرسکتا ہے - اگر اسمیں یقین کا ڈھب و انصاف ہو -

بعض بے انصاف اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں - کہ گلستان سعدی بلکہ کریما بھی بے مثل ہے - کسی شخص نے آجتک ایسی کتاب نہیں بنائی - پھر کیا اس سے وہ بھی کلام الٰہی ہوسکتے ہیں - اسکا جواب ادنے توجہ دلی سے اونکو مل سکتا ہے کہ گلستان یا کریما کے مقابلہ کے لئے شیخ سعدی نے اشتہار نہ دیا تھا - اور نہ اوسکے متعلق بطور پیشگوئی دعوے کیا تھا - کہ اوسکا کوئی مقابلہ نہ کرسکے گا - وہ ایسا کرتے تو پھر لوگ دیکھ لیتے کہ اس گلستان اور کریما سے بڑھکر کسقدر گلستان اور کریما تیار ہوئے ہیں -

دوسرا جواب اصل شبہ منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا قرآن کے یہ دیا ہے کہ قرآن صرف قصہ و کہانیاں نہیں ہیں کہ ادہر اس لوہار سے سنیں اور ادہر عرب کو سنادیں - بلکہ یہ قرآن پانچ انواع علوم پر مشتمل ہے -

اوّل علم توحید و صفات باری تعالے دوم علم احکام حلال و حرام - سوم علم وعد و وعید - چہارم علم امثال پنجم علم قصص و اخبار - قصے و کہانیاں تو علوم قرآن کا پانچواں حصہ ہے - اسکے علاوہ چار حصے علوم قرآن خصوصاً پہلے تین حصے تو ایسے ہیں کہ وہ اسرار مخفی ہیں جنپر انسان کا اپنی انسانی عقل سے مطلع ہونا ناممکن ہے -

پھر اوس لوہار یا کسی اور کی مدد سے وہ علوم کیونکر بیان ہوسکتی ہیں -

پھر میں جلسہ کے قریب لاہور پہنچا۔ تو عماند فضل الٰہی سے کی ایک جماعت میرے پاس پہنچی اور مجھے اس جلسہ میں شامل ہونے سے اسیوجہ اور عذر سے کہ یہ جلسہ مرزا اور اور کے اتباع و غلفاء کے ہاتھ میں آچکا ہے۔ اور اسمیں اُن ہی لوگوں کا پورا اختیار و دخل ہوگا میں نے اس جماعت کو بھی وہی اپنا دوسرا خیال کہ میرے شامل نہ ہونیسے مرزا کا یکطرفہ بیان اثر پیدا کرے گا۔ سُنایا اور یہ بھی کہا کہ وعدہ کر لینے کے بعد میرا شامل جلسہ نہ ہونا اور بھی نامناسب امر ہے۔

۱۷۔ دسمبر ۱۸۹۶ء کو مرزا کے خلیفہ رشید الدین صاحب کا خط اسمضمون کا میرے نام پہنچا کہ آپ اپنے بیان کے لئے کس قدر وقت لینا چاہتے ہیں۔ تینے اسکا جواب اُسی تاریخ دن کو لکھدیا کہ مجھے اپنے بیان کے لئے تین گھنٹہ وقت بکار ہے۔ اور اگر آپ مجھے اس سے کم وقت دیں گے تو میں اُتنے ہی وقت میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔ اسکا جواب مجھے مرزا کے خلیفہ نے نہ دیا۔ تو مینے سکوت کو رضا سمجھ کر جالیس صفحہ کا مضمون (جسمیں اکثر صرف نوٹ تھے) تیار کیا۔

پھر جب جلسہ کا پروگرام (اشتہار تقسیم اوقات) شائع ہوا۔ اور اُسمیں مینے اپنے بیان کیلئے صرف ایک گھنٹہ وقت پایا۔ یہ مرزائی پارٹی کا پہلا حملہ خاکسار پر ہوا۔ وہ یہنیں چاہتے تھے کہ مرزا کے سوا کسی دوسرے کو بھی بولنے کا وقت ملے۔ اور سچائی و محاسن اسلام کے اظہار کا کافی موقعہ اُنھوں نے اور حاضرین جلسہ پر اُسکا اثر نیک ظاہر ہو) تو مینے اس کمی وقت کی شکایت ایک سفارشی خط مع ایک درخواست پریذیڈنٹ صاحب مجلس کانفرنس کرنیل ڈی صاحب کے پاس لکھ کر بھیجدی۔ اس پر میرے مجلس نے زور سے یہ سفارش کی کہ ان کو دو گھنٹہ اوّل روز اور ایک گھنٹہ ۲۸ دسمبر کو وقت ملنا چاہیئے۔ سکرٹری جلسہ نے (اس میر مجلس) کی سفارش سے مجبور ہو کر مجھے پہلے دن دو گھنٹہ اور آخری دن میں (بشرط گنجائش) ایک گھنٹہ وقت بیانا منظور کر لیا۔ یہ جملہ مرزائی پارٹی کا مذہ کے فضل سے۔ اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

صاحبان! - ان علوم قرآن کی طرف آئت نمبر ۱۹ میں اشارہ ہوا ہے اور لفظ لعلکم کے جو اس آئت میں وارد ہے۔ عام طور پر اور سرسری نظر سے مفسرین یہ معنے کئے ہیں۔ کہ اس سے بعض واقعات مخفی (جیسے ایک شخص کا روزہ کی رات کو اپنی زوجہ سے ہم بستر ہونا) کے متعلق قرآن کا خبر دینا۔ اور اوسکا حکم بتانا کہ مثلاً وہ فعل مباشرت شب صوم فلاں شخص سے واقعہ ہوا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اوس کو معاف کرکے آئندہ رات کے وقت اس فعل کو مباح کر دیا ہے۔) مراد ہیں مگر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے پہلے تینوں علوم سب کے سب اسرار میں سے ہیں۔ جنپر انسانی عقل خود بخود مطلع نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ بضمن تقریر و توضیح عقلی اس امر کی تفصیل ہوگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

صفحہ ۵: ۳۰، ۶۳۰ ملاحظہ ہو۔

شریعت کے احکام حلال و حرام باوجودیکہ بذات خود اسرار ہیں اپنے ضمن اور تحت میں انوار اسرار رکھتے ہیں۔ جنکو خواص ماہران شریعت اپنی خداداد عقل سے اور شریعت کی برکت سے سمجھتے ہیں۔ انکو اسرار کہنا عوام کی نظر سے ہے جو ان اسرار سے محجوب ہیں۔

وہ اسرار الٰہیات اور احکام کی حکمتیں (یا فلاسفی) ہیں۔ کہ فلاں حکم کیوں مشروع ہوا ہے مثلاً بکری کیوں حلال ہے اور خنزیر کیوں حرام۔ پانی کیوں پاک و حلال ہے۔ اور شراب کیوں نجس و حرام۔ بول و براز سے صرف محل بول کو کیوں دھونا فرض ہے۔ اور خروج منی سے تمام بدن کا غسل کیوں فرض ہے۔ وضو میں ہاتھ پاؤں منہ کو دھونے کا کیوں حکم ہوا ہے۔ اور سر کا صرف مسح کرنا کیوں فرض کیا ہے۔ وعلےٰ ہذا القیاس۔ میرے پاس اسوقت وقت نہیں ہے کہ میں ان تمثیلات کے اسرار بیان کروں۔ یا اور تمثیلات کی تفصیل کروں۔ لہذا میں بجائے اس تفصیل کے۔

حاضرین و سامعین و دیگر شائقین مباحثہ کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ جب چاہیں مجھ سے احکام شریعت اسلام کے اسرار کی بابت سوال کریں اور جواب لیں دیں مکان پر تشریف لاویں خواہ اپنے مکانوں اور مجلسوں یا سماجوں میں مجھے بلاویں۔

میں باوجودیکہ بہت بڑا عالم اسلام نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ناقص علم اور محدود معلومات رکھتا ہوں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں انشاء اللہ تعالےٰ انکے اس قسم کے سوالات کا خدا کے فضل و توفیق سے جواب دونگا۔ اور احکام شرع کی حکمت (فلسفی) اون کے سامنے بیان کرونگا۔ اور یہ ثابت کردونگا کہ شریعت کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہے۔

اسرار احکام شریعت محمدیہ کو متقدمین سے امام محدث ابو سلیمان خطابی۔ اور مجتہد وقت شیخ عزیز الدین ابن عبد السلام۔ اور صوفی صافی امام غزالی وغیرہ اور متاخرین سے شیخ مشائخنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنے اپنے تصانیف میں بیان کیا ہے۔ اسباب میں حضرت شاہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ ہے جو مسلمانوں کی خوش قسمتی سے اسوقت اردو میں ترجمہ ہوگئی اور اسلامیہ پریس لاہور میں طبع ہو رہی ہے۔ اور مہتمم مطبع ہذا قیمت مجلد بتلا سکتی ہے

یہ قرآن کا جواب دوم بھی لاجواب ہے۔ اور اس سے قرآن کا معنوی اعجاز ثابت ہوتا ہے اور اسکے مقابلہ و جواب میں کوئی دعوی نہیں رکھتا اور نہ [illegible] ثابت دے سکتا ہے۔ کہ قرآن نے جو متعلق الٰہیہ و صفات۔ احکام و وعدہ وعید اسرار ظاہر کئے ہیں۔ وہ انسانی عقل کی تعلیم سے بیان ہو سکتے ہیں ان دونوں جواب سے منکرین نبوت خاتم الانبیاء کا منہ [illegible] اور یقیناً ثابت ہوا کہ قرآن اپنی لفظی اور معنوی

اعجاز سے کلام بشر ہونے سے پاک ہے۔ اور یہ محض القاء الہام الٰہی ہے جو ادنیٰ درجہ کی روحانیت والی نبی پر انعام ہوا ہے۔

یہاں اگر یہ سوال ہو۔ کہ انسان کے لئے عقل و حواس کے سوا، علوم و ادراک آلہ الہام ہونے پر کیا دلیل ہے اور عام لوگوں کو اسکے یقین کی کیا سبیل۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دلیل جس سے کوئی شخص خواہ کسی ملت و مذہب کا ہو انکار نہ کر سکے۔ رویا صالحہ (سچی خواب) ہیں جو الہام وحی الٰہی کا جو نبوت کے خواص سے ہے چھیالیسواں حصہ ہے۔

صاحبان! آپ یہ خیال نہ کریں کہ خواب صرف خیالات ہی ہوتے ہیں۔ انکا کیا اعتبار۔

حضرات! خواب پانچ قسم ہوتے ہیں۔ قسم اوّل اخلاطی (یا طبعی) خواب ہیں۔ بدن میں جس خلط صفرا یا بلغم کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس خلط کے موافق آگ یا پانی خواب میں نظر آتے ہیں۔

قسم دوم۔ اخلاقی (یا نفسی) خواب ہیں۔ یہ اون لوگوں کو نظر آتی ہیں جو اخلاق فاضلہ میں ملکہ راسخہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جذبات طبیعت سے متجرد ہو جاتی ہیں ایسے لوگ اپنے کسی وقت کے بے ساختہ کو جو بمقتضائے طبیعت اون سے سرزد ہو جاتا ہے۔ شیر یا بھیڑیئے کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ اور اپنے اچھے اخلاق ایمان کو دودھ شہد و شیرہ جیسی میٹھی چیزوں کی صورت میں دیکھتے ہیں۔

قسم سوم۔ خیالی خواب ہیں۔ یہ عام لوگوں کے خواب ہوتے ہیں۔ جن کاموں پر وہ لوگ لگے رہتے ہیں وہ اون کی قوت متخیلہ میں محفوظ مجتمع رہتے ہیں۔ ادھر ادھر کو ان کے دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہیں سے یہ مثل مشہور ہو گئی ہے "بلی کو چھیچھڑوں کے خواب"۔

قسم چہارم شیطانی خواب ہیں۔ یہ شیطان کا وسوسہ یا ڈراوا ہوتا ہے جو بُری باتوں کے خیال میں گذرنے اور خوفناک صورتوں کے نظر آنے سے ہوتا ہے جن سے بعض اوقات انسان چلّا اُٹھتا ہے۔

قسم پنجم۔ رحمانی خواب ہیں۔ اور خدا کی طرف سے ایک قسم کے الہامات واشارات ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک آیندہ واقعہ کی نسبت ایسا مشاہدہ کرا دینا جسمیں پہلے چاروں قسم کا دخل نہ ہو۔ (نہ انسان کی اغلاط کا نہ اخلاق کا۔ نہ خیالات روزمرہ کا۔ نہ وسوسہ یا ڈراوا شیطان کا۔) اور پھر ویسا ہی وقوع میں آجانا اسکی مثال بادشاہ مصر کا وہ خواب ہے جسمیں اُسکو سات موٹی تازہ گائے۔ اور سات دُبلی۔ اور سات سبز بالیں اور سات خشک نظر آئیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السّلام نے اسکی یہ تعبیر بتائی کہ سات سال خوب سیرابی اور ارزانی ہوگی پھر سات سال خشک سالی۔ وگرانی اور پھر ایسا ہی وقوع میں آگیا۔

اس قسم پنجم سے تمام دنیا میں کوئی فرد بشر خواہ کسی مذہب وملت کا ہو۔ اپنی تمام عمر میں خالی نہ رہا ہوگا۔ اوس نے ضرور کبھی نہ کبھی ایسا واقعہ خواب میں دیکھا ہوگا جس میں اغلاط واخلاق وخیالات وغیرہ کا کچھ دخل نہ ہو۔ اور وہ ایسا وقوع میں آگیا ہو۔

اس قسم کے خواب عامہ خلائق کو دکھانے سے خدا تعالےٰ نے بندوں پر اپنی حجت قایم کی ہے۔ اور ان کو یہ بات سوجھا دی ہے کہ ادراک وعلم کا آلہ و وسیلہ صرف عقل وحواس ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک غیر اختیاری وسیلہ بھی ہے جس کی نظیر ہم پیتالیسویں[۴۵] حصّے اس سے بڑھی ہوئی انبیاؑ میں پائی جاتی ہے۔ اور وہ الہام ووحی الٰہی کہلاتی ہے۔ جو لوگ باوجود تجربہ ومشاہدہ اس اونچے درجہ[۴۶] کی چھیالیسویں حصّے نظیر کے اس اعلےٰ نظیر الہام ووحی انبیاء سے انکار کرینگے۔ ان کا سکوت ناممکن

وہمحال قرار دینگے وہ خدا کے سامنے جواب دہ ہونگے۔

مگر اے حضرات حاضرین و سامعین یہ امر نے وزنہ کا آلہ وسیلہ ادراک ایسا وسیع اور مستقل نہیں ہے کہ ہر شخص اسکو اپنی ہدایت وعمل کے لئے مستقل دستاویز بنالے۔ اور اپنی خوابوں کے ذریعہ احکام کی تشریع و تجدید کرے۔

مثلاً کوئی مسلمان اپنی خواب کی دست آویز سے شراب کو حلال بنالے یا نماز کو معاف کرالے۔ وعلیٰ ہذا قیاس۔

بلکہ اس آلہ کے ادنے درجہ والوں کو لازم ہے کہ اس ادنے درجہ کے مشاہدہ سے اس کے وجود کا یقین حاصل کرکے اعلے درجہ والے انبیاء کی پیروی اختیار کریں۔ اور اپنے اس قسم کے خوابوں کو ان کے وحی والہام کے تابع کریں۔ پھر جسکو اس کے موافق پاویں اوسکو الہام رحمانی سمجھیں اور جو مخالف ہو اسکو قسم چہارم از وسوسہ شیطان خیال کریں۔

اس امثلہ نظیر کی تصدیق و تائید ہمارے قول کی تقریر توضیح میں بھی پائی جاتی ہے۔ سامعین اسکا انتظار کریں۔

اس تشریح اور تشریح سابق کی عقل اور قانون قدرت سے مزید توضیح

آئت نمبر اول۔ اور اس سے سابق الذکر آیات نمبر ۲ و ۳ و ۴ میں جو انسان کی قوائے عقلیہ وصفات روحانیہ میں اور حیوانات پر فضیلت وفوقیت بیان ہوئی ہے اور ان قوائے وصفات کی وجہ اور تقاضا سے انسان کا لائق تحمل اثقال امانت و بجا آوری احکام ہونا۔ اور اس امانت برداری اور ذمہ واری میں انبیاء علیہم السلام

کا سب انسانوں سے فائق و لائق تر ہونا بیان ہوا ہے۔ اسکی کافی تشریح ہم اُن آیات کی ذیل میں کر چکے ہیں۔

اب ہم اس تشریح کی مزید توضیح عقل اور قانون قدرت سے کرتے ہیں۔ اور اسکی تائید میں عقلاء اور حکماء کے اقوال نقل کر کے ضرورت نبوت کو ثابت کرتے ہیں جو روحانیت انسانی کا اعلےٰ اور آخری درجہ ہے۔

حضرات! ہم کتاب قانون قدرت کے صفحات پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور انسان کی فطرت (یا یوں کہو کہ نیچر*) میں بمقابلہ نباتات و حیوانات نظر کرتے ہیں تو انسان کی فطرت بہت صراحت کے ساتھ شہادت دیتی ہے کہ انسان اس امانت برداری اور ذمہ داری کے لائق ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام ان سب میں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے وہ نبوت سے مخصوص و ممتاز ہوئے ہیں۔

نباتات اشجار وغیرہ کو حکیم علی الاطلاق نے حیوانی افعال و ارادات عطاء نہیں فرمائے تو اُنکے وجود اور بقاء شخص، نوع لیئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں جنمیں اُنکے ارادی افعال کا دخل نہیں ہے۔ کوئی تخم ریزی کرے۔ کوئی درخت یا پودا لگا دے۔

مکھیاں یا ہوا نر کا پھل مادہ تک پہنچا دیں۔ اور ان پھلوں کے جفت ہونیسے اور پھلنے جس کیطرف آیت منقولہ حاشیہ میں اشارہ ہے۔ کئی غذا مٹی اور پانی

ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (الذاریات رع ۳)	

* نیچر سے مراد یہاں وہ نیچر محسوس ہے جو مشاہدہ میں آتا ہے۔ نیچر معقول جو موجودہ حالات موجودات پر قیاس کر کے خدا تعالےٰ کی قدرت کا قانون قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو مضمون "النیچر" اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۴ میں۔

لہ یعنے ہر چیز سے دو جس میں توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے) دو جوڑے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

نیچے سے سرتک پہنچے تو اول کو دوم حاصل ہوا۔ اسی طرح ہر شخص اور نوع کا قیام رہے۔

حیوانات چرندوں پرندوں میں افعال وحرکات ارادی خدا تعالےٰ نے ودیعت رکھے ہیں۔ تو ان کو حفظ شخص کے لئے یہ طبعی ہوتا ہے کہ چل پھر کر اپنی غذا۔ اور دیگر ضروریات زندگی تلاش کریں وہ اس طبعی الہام الٰہی پر عمل کرتے ہیں

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ (ہود ع ۱۰)

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم (سورہ انعام ع ۴)

وکاین من دابۃ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم (عنکبوت ع ۶)

ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا۔ (النحل۔ ع ۹)

اور چل پھر کر اپنا رزق اور ضروریات زندگی تلاش کرتے ہیں۔ چنانچہ آیات متذکرہ حاشیہ میں ذکر ہے۔ گرمی کے بچاؤ کے لئے وہ درخت کا سایہ یا دیوار کی اوٹ تلاش کرتے ہیں۔ اور سردی کے بچاؤ کے لئے غار وکسی اوٹ یا جگہ کے ان کے بدن کے بال اور پشم اونکو لباس کا کام دے رہی ہیں جسمیں انسان بھی اون کے شریک وفیضیاب ہیں۔ چنانچہ

سلہ کوئی زمین پر چلنے والا جاندار نہیں جس کی روزی خدا تعالےٰ پر نہ ہو۔ (جنکو وہ چکر لیتا ہے۔)

سلہ کوئی زمین پر چلنے والا جاندار نہیں۔ اور نہ پروں سے اڑنے والا جانور۔ مگر تمہارے جیسی جماعتیں ہیں۔ (جو چل پھر کر روزی کھاتی ہیں)

سلہ بیتوں سے یا تو ہیں پنے اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے اون کو اور تمکو خدا روزی دیتا ہے (جیسے تم اور وہ روزی کو نکلتے ہو۔)

سلہ خدا نے شہد کی مکھی کو طبعی الہام کیا کہ پھر خدا کے دیئے ہوئے تبسم کے پھل کھا۔ اور خدا کے رستے پر چلا کر۔ (یعنی تو ان میں ہوگے۔ یعنے تو ان میں بھول جائیگی۔

والانعام خلقہا لکم فیہا دفء و منافع ومنہا تاکلون (النحل ع ۱-۱)
واللہ جعل لکم من بیوتکم سکنا و جعل لکم من جلود الانعام بیوتا تستخفونہا یوم ظعنکم ویوم اقامتکم ومن اصوافہا واوبارہا واشعارہا اثاثا ومتاعا الی حین (النحل ع ۱۱-۱)
ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ (الروم ع ۳-۲)

ہیئت منقولہ حاشیہ میں انسان پر احسان جتایا ہے اور بقاء نوع کے لئے اونکو طبعی الہام ہوتا ہے کہ رغبت وارادہ سے زادہ کیطرف متوجہ اور اس سے جفت ہوا اور اوس میں وہ افعال انسانوں کی طبعًا پیروی کریں۔ اسوجہ سے جو احسان آیت منقولہ حاشیہ میں انسانوں کو جتایا گیا ہے اُسکا حصّہ حیوانوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس خطاب انسانوں تنہا وہ بھی شامل ہیں۔ پھر ازانجملہ جنکے بچے پیدا ہوتے ہی چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں اون کو بچوں کے لئے جگہ تلاش مخصوص کرنے کا حکم نہیں ہوتا۔ اور جنکے بچے ایک مدت کے بعد اپنا آپ سنبھال سکیں اونکو طبعی الہام ہوتا ہے کہ درختوں یا دیواروں یا زمین میں گھونسلی یا چھپنے کا بل بنا دیں جسکا

لہ اور تمہارے لئے خدا نے چوپایہ جانور بنائے ان کی بالوں اور کھالوں میں تمہارے لئے گرمی ہے۔ اور کئی اور نفع اور کچھ کھاتے ہو۔

لہ خدا نے تمہارے لئے تمہارے گھر سکونت کی جگہ بنائی۔ اور چوپایہ جانوروں کے چمڑوں کے خیمے بنا دیئے جسکو ہلکے جانکر اُٹھاتے ہو سفر کے دن اور قیام میں اور اون جانوروں کی اُون روئیں اور بالوں سے ایک وقت تک تمہارے لئے سامان بنایا اور نفع پہنچایا۔

لہ خدا کی قدرت کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہارے ہم جنس جوڑے بنا دیئے۔ کہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر چین پاؤ۔ اور تم میں باہم الفت و رحمت رکھدے۔

واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون (النحل - ع ۹)

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین (النحل - ع ۹)

ذکر بطور تمثیل آیت متقدمہ کے حاشیہ میں ہے۔

شہد کی مکھی کو جو طبعی الہام ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلائیں۔ اور اُنکے علاوہ انسانوں کو دو جانور گھاس دانہ دیتے ہیں جنکی وجہ سے انسان پر احسان جتانے کو آیت متقدمہ کے حاشیہ ذکر کیا گیا ہے۔ اور جو جانور دودھ نہیں رکھتے اونکو یہ الہام ہوتا ہے کہ وہ اپنے موضع میں دانہ رکھ کر اوسکو نیم ہضم کرکے بچوں کے مُہ میں رکھدیں۔

حیوانات میں ان افعال کے علاوہ اور اکات کلیہ وضوابط حفظیہ کا مادہ نہیں رکھا گیا۔ تو اونکو حفظ شخص اور بقائے نوع کیلئے بجز ان طبعی امور کے کسی عقلی امر اور کلی ضابطہ کا الہام نہیں ہوا۔

اب ہم حضرت انسان کی فطرت یا نیچر میں نظر کرتے ہیں تو اوسکو نباتات حیوانات کی صفات مذکورہ و دیگر صفات کا جامع اور مجموعہ پاتے ہیں۔ اور کئی صفات ہم آہیں ایسی پاتے ہیں جنکا نباتات اور حیوانات میں مشاہدہ نہیں کرتے۔

اسکی مجموعہ صفات میں نظر کرکے ہم یہ سوچتے ہیں کہ منجملہ ان مجموعہ صفات کے

لہ خدا نے شہد کی مکھی کو (یعنی الہام کیا کہ پہاڑوں میں اور درختوں پر اور لوگوں کے چھتوں میں اپنے چھتے بنا دے۔

لہ تمہارے لئے چوپائے جانوروں میں عبرت ہے۔ اون کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے بیچ میں سے ہم خالص دودھ پلاتے ہیں۔

جو انسان میں پائے جاتے ہیں کونسے صفات ہیں جو انسانیت کا مناظر و مدار ہیں اور اون کے سبب سے انسان انسان کہلانے کا مستحق ہے۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صفت اسکا طول قامت و عظم جسامت و ضخامت ہے تو ہم کو خیال آتا ہے۔ کہ یہ صفات تو انسان کی نسبت درختوں اور پہاڑوں میں بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ اگر یہ مدار و مناط انسانیت ہیں۔ تو پہاڑ اور درخت بطریق اولے مستحق اطلاق لفظ انسان ہیں۔

اور اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صفات انسان کی خوبصورتی اور اوسکے خط و خال کی خوشنمائی ہے تو ہمکو یہ خیال آتا ہے۔ کہ یہ صفات تو انسان کی نسبت پھولوں اور پتوں میں بڑھ کر موجود ہیں۔ پس چاہیئے کہ انسان ان چیزوں کو بدرجہ اولے گنا جائے۔

اور اگر یہ سوچتے ہیں کہ وہ صفات انسان کا کھانا پینا غضب و شہوت وغیرہ ہیں۔ تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ صفتین انسان سے بمراتب زائد ہاتھی۔ گھوڑے۔ گدھے۔ شیر۔ بھیڑیئے۔ خنزیر۔ بندر۔ میں پائی جاتی ہیں۔ پس اگر انسانیت کثرت شہوت سے عبارت ہے۔ تو بندر انسان کامل ہے۔ جو اس صفت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اسکے بعد خنزیر وغیرہ سانڈ جانور۔ اور اگر پھاڑ کھانا یا مار ڈالنا انسانیت کے کام ہیں تو شیر۔ بھیڑیا۔ انسان کھلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اگر بہت کھانا انسانیت ہے۔ تو ہاتھی سب سے زیادہ اس نام کا استحقاق رکھتا ہے۔

اور اگر ہم خیال کرتے ہیں کہ ابنائے جنس و ازواج و اولاد سے الفت محبت کرنا انسانیت ہے تو ہم کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عام حیوانات اور ان میں سے درندے بھی اپنے ہمجنس اور جورون اور بچوں سے الفت رکھتے اور پیار کرتے ہیں۔ گدھا۔ گدھے کو خرخاری کرتا ہے۔ کتا کتیا کو۔ گائے اپنے بچے کو چومتی چاٹتے

اس میر مجلس کی سعی سے ہوں خطا ہوا۔)

پھر جب خاکسار اپنے وقت پر جلسہ میں پہنچا۔ اور ایک تمہید کے بعد چند آیات قرآن کو پڑھنے پڑا۔ تو مرزائی پارٹی نے کانا پھوسی شروع کر دی پھر ادن کی آپس میں رقعہ بازی شروع ہو گئی۔ انہیں اُنہوں نے بعض کارکن ہندوؤں کو جو اونکے ہاتھ میں تھے نیز شامل کر لیا۔ اور اس معزز میر مجلس کی جنہوں نے توسیع وقت کی سفارش کی تھی۔ اور حسن اتفاق سے سوا حاجی تقریر دلپذیر کے اور ہر ہر مضمون کے رقعات لکھ کر دیکھانا شروع کیا کہ تقریر کنندہ حدود سوالات جلسہ سے باہر ہو کر تقریر کر رہا ہے۔ جس سے انکا مقصود یہ تھا کہ وہ خاکسار کو تقریر کرنے سے روک دیں۔ (یہ دوسرا حملہ مرزائی پارٹی کا خاکسار پر ہوا۔) مگر چونکہ وہ میر مجلس صاحب خدا کے فضل سے سمجھ دار اور تجربہ کار تھے۔ اور وہ یقین رکھتے تھے کہ خاکسار جو کچھ کہہ رہا ہے۔ سوالات جلسہ کے عین مطابق کہہ رہا ہے لہذا ان رقعات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ پر ان لوگوں کی حکمت عملی سود مند ہوئی تو تسلی کرتے رہے۔ مجھے انہوں نے ایک دفعہ بھی ایسا مدد نہ کی۔ کہ آپ سوالات جلسہ سے باہر جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ آپ اپنی کرسی سے اوٹھ کر میری کرسی کے پاس آئے۔ تو صرف اس امر کے خواہشگار ہوئے۔ کہ یہ بیان آپ کا نبوت عائمہ کے ثبوت میں ہے۔ اب ثبوت خاصہ محمدیہ کے ثبوت کا خلاصہ بھی پیش کرنا چاہیئے۔ اسلئے کہ آپکا وقت اب صرف آدھ گھنٹہ باقی رہگیا ہے۔ (یہ حملہ مرزائی پارٹی کا بھی خدا کے فضل اور میر مجلس موصوف کے انصاف عدل کی برکت سے دفع ہوا) خاکسار نے اپنے وقت کو پورا کر کے اپنی تقریر (جسمیں تمام مضمون سے کسی حصہ کا خلاصہ و انتخاب اور کسی حصہ کی تفصیل تھی) کو ناتمام چھوڑ دیا۔ اور باقی کا حوالہ آئندہ جلسہ پر کیا۔

میرے بیان کا اثر اس جلسہ پر کیا ہوا؟۔ اس سوال کا جواب اور اس اثر کا خود بیان کرنا میرا کام نہیں ہے اور مجھ پر یہ خواہش کرنا جائز و مباح ہے۔ کہ ناظرین و سامعین اسکی

ہیں۔ شیر مادہ اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ یہ اوصاف انسانیت ہے۔ تو یہ حیوانات انسان کہلانے کے مستحق بنتے ہیں۔ حالانکہ ان سب حیوانات کو باوجود کمالیت صفات مذکورہ کے کوئی انسان نہیں سمجھتا۔

ان سب صفات سے برتر بعض صفات ہم انسان میں ایسے بھی پاتے ہیں جو بادی الرائے میں حیوانات وجمادات میں پائی نہیں جاتی۔ جیسے عجیب عجیب صنعتیں بنانا۔ بہادری دکھانا وغیرہ وغیرہ

عامہ خلائق جنکو صرف بادی الرائے پر نظر ہوتی ہے۔ اور انکا حال آیت

یعلمون ظاہرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون (الروم۔ ع۔ ۱۔)

فاعرض عن من تولی عن ذکرنا ولم یرد الا الحیوۃ الدنیا۔ ذالک مبلغھم من العلم ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھو اعلم بمن اھتدی (النجم ع ۲۔)

منقولہ حاشیہ میں بیان ہوا۔ ان ہی صفات کو مناط انسانیت سمجھتے ہیں اسیواسطے جمہور خلائق ان ہی صفات کی تحصیل میں منہمک ہیں شب و روز سرگرم ہیں۔ اور جنمیں یہ صفات ہیں وہ انسان کامل خیال کئے جاتے ہیں مگر تعمق و غور نظر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفات بھی مدار مناط انسانیت نہیں ہیں کیونکہ ان صفات کا اثر و اصل اصول اور حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے

لہ وہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی کو جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں۔

لہ۔ اوس شخص سے تو منہ پھیر لے جو ہماری یاد (یا نصیحت) سے منہ موڑتا ہے۔ اور وہ بجز زندگی دنیا کچھ نہیں چاہتا۔ اون کے علم کی حد یہی دنیا ہے۔ خدا خوب جانتا ہے کون اوس کی راہ سے بہکا۔ اور کون ہدایت پانے والوں میں ہے۔

مثلاً بہادری کا اصل اصول غصہ کرنا۔ اور انتقام کا طالب ہونا۔ اور سختی و ہلاکت کی جگہ ثابت قدم رہنا ہے۔ سو بیتیرے حیوانات شیر وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔

عجائب صنعتیں بھی بعض حیوانات سے سرزد ہوتی ہیں دیکھو بیا کیسا گھر بناتا ہے جو انسان سے بجز تکلف بن نہیں سکتا۔ شہد کی مکھی بلا پرکار و صناعی آلات کے ایسا مسدس چھتا بناتی ہے۔ جو انسان سے بدون آلات تیار ہونا مشکل ہے۔ اسکے نظائر اور بہت ہیں جنکا ذکر ہمارے اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد ۲ میں ہے مگر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دار و مناط۔ انسانیت انسان کی اور ہی صفات ہیں جن سب کا مآل و مرجع اوسکی دو صفتیں ہیں ایک قوت عقلیہ جو ادراک کلیات سے عبارت ہے۔ اور اسی کی نظر سے انسان کو ناطق یعنے مدرک کلیات کہا جاتا ہے اس قوت عقلیہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک وہ جسکو نظام بشری اور اسباب دنیاوی سے تعلق ہے۔ اور ان ہی کے متعلق اس نظام بشری و دنیاوی سے قواعد و ضوابط استنباط کرنا اسکا کام ہے۔ اس شاخ کی نظر سے انسان کے لئے تمدن۔ اور قانون تمدن کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری شاخ وہ جسکو غیب الغیب سے تعلق ہے۔ اور امور و علوم ضوابط وہبی ہونا اسکا فعل اثر ہے۔ اس شاخ کی نظر سے انسان کیلئے نبوت اور وجود انبیاء کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری قوت عملیہ ہے اسکی بھی دو شاخیں ہیں۔ ایک اعمال کو بطریقہ ارادہ و اختیار وجود میں لانا جس سے عمل انسان کو بہائم و حیوانات کے افعال سے تمیز ہوتی ہے۔ یہ شاخ قوت عملیہ ہر ایک انسان میں موجود و متحقق ہوتی ہے۔ ہر چند حیوانات و بہائم بھی عمدہ عمدہ افعال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مگر وہ جو کچھ کرتے ہیں طبعاً و اضطراراً کرتے ہیں۔ ارادتاً و اختیاراً نہیں کرتے۔ اسپر یقینی

دلیل ہے۔ کہ انسان جو فعل کرتا ہے اسکا اثر و رنگ اسکے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ بخلاف حیوانات و بہائم کے کہ وہاں اثر و رنگ پیدا نہیں ہوتا۔

انسان جس کام کو اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اس سے اس کے دل پر فرحت و نورنیت و سرور پیدا ہوتا ہے۔ اور جس کام کو وہ بُرا سمجھ کر عمل میں لاتا ہے اس سے اوسکے دل پر غلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ (چنانچہ سزا و جزا کے اقسام ثلثہ جو صفحہ (۴۴) میں بیان ہوئی اُسکی مؤید ہیں۔) اور یہ امر حیوانات و بہائم سے مشاہدہ میں نہیں آتا۔ اسلئے جو ہوتا ہے طبعاً ہوتا ہے۔ نہ اوسکو اپنے اچھے کام کی بہتری کا علم و خیال ہوتا ہے۔ نہ اُسکا اثر انکے دل پر نور و سرور ظاہر ہوتا ہے۔ اور نہ بُرے کام کی بُرائی کا انکو علم ہوتا ہے۔ اور نہ اس برائی کا اثر غلمت و کدورت اُنکے دل پر ظاہر ہوتی ہے

دوسری شاخ قوت عملیہ کے روحانی حالات و عالی مقامات میں جیسی پختہ خالق سے اُس و محبت رکھنا اسپر بھروسہ کرنا۔ وعلے ہذا القیاس (شاخ قوت عملیہ کا علم) پر ان افراد نوع انسان میں پائی جاتی ہے جو روحانیت میں کامل اور وہ صاحبِ علم الہام کہلاتے ہیں)

آن دو نو صفتوں اور اوسکی شاخوں کا صرف انسان میں (نہ اسکے ہم جنس حیوانات میں) پایا جانا مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے۔ اس لئے انکا اثبات و بیان دلائل سے انسانوں کے لئے چنداں ضروری نہ تھا۔ مگر چونکہ اکثر انسان بھی حجابوں میں مستور ہو کر اپنی انسانیت سے غافل ہیں۔ جن کا حال آیت منقولہ حاشیہ میں بیان ہوا ہے اسلئے ان صفتوں اور اون کے شاخوں کے وجود پر اُن لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔ قوت عقلیہ و عملیہ کی

ازھم[۱] کالانعام بل ھم اضل (اعراف ع ۲۲) اولئک[۲] کالانعام یتمتعون ویاکلون کما تاکل الانعام (محمد ع ۲)

[۱] وہ نہیں ہیں مگر جیسے چوپائے جانور۔ بلکہ اُنسے بھی بڑہ کر گمراہ۔

[۲] دنیاوی چیزوں سے نفع اٹھاتے ہیں اور ایسا کھاتے ہیں جیسے جانور۔ یعنے جس سے آخرت میں کچھ نتیجہ ظاہر نہو

پہلی دو شاخوں کے وجود پر انسان کا طریق تمدن و طرز معاشرت گواہ ہے۔ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ اگرچہ انسان کھانے پینے مباشرت کرنے۔ سردی کے وقت دھوپ میں بیٹھنے۔ آگ تاپنے۔ اور گرمی کے وقت سایہ میں بیٹھنے وغیرہ طبعی کاموں میں اور حیوانات سے مشارکت رکھتا ہے۔ مگر وہ ان سبھی کاموں میں اور حیوانات سے تین امور میں امتیاز رکھتا ہے۔

اوّل یہ کہ ان کاموں کے لئے اسکے دل میں باعث و محرک ایک کلی رائے پیدا ہوتی ہے۔ جو ان کاموں کا نشیب و فراز و انجام و آغاز اسکو بتا دیتی ہے (اس طرح کی کلی رائے حیوانات کے افعال طبعی میں نہیں پائے جاتے۔ انکو صرف طبعی جذبات باعث ہوتے ہیں۔

آمر دوم یہ کہ وہ اپنے کام میں شائستگی مدنظر رکھتا ہے۔ (لباس مکان اچھا چاہتا ہے۔ عورت اچھی تلاش کرتا ہے۔ وعلے ہذا القیاس۔) یہ امر بھی حیوانات میں پایا نہیں جاتا۔ انکو صرف دفع ضرورت و قضائے حاجت طبعاً مطلوب ہوتی ہے۔

آمر سوم۔ کہ وہ ضوابط و قواعد حسن معاشرت کو دوسرے بنی نوع سے اخذ کرتا ہے اور نوع انسان میں افادہ و استفادہ و تعلیم و تعلم جاری ہے ایسی ہی اوسکی قوت عقلی و عملی کی دوسری دو شاخیں بھی مشاہدہ حال انسان سے ثابت ہیں۔ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعضے انسان ایسے علوم و قوانین بیان کرتے ہیں جنکو ظاہری نظام دنیاوی سے اخذ کیا نہیں جا سکتا۔ خواہ کیسی ہی قوت فکری صرف کریں ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ بعضے لوگ اپنے خالق سے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ جو روپیٹے روپے پیسے سے نہیں رکھتے۔ اور خدا پر ایسا بھروسہ رکھتے کہ اپنے ہاتھ کے زور اور بازو کی قوت اور دوست و آشنا پر نہیں رکھتے (الٰہی دو شاخوں

کے موصوف ومحل انبیاء علیہم السلام ہیں۔ جنکے وجود کی ضرورت ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں۔ (انسان کی قوت عقلیہ وعملیہ کی پہلی دو شاخیں اوسکو مدنی الطبع (اپنے ابنائے جنس سے مل جل کر کسی شہر یا گاؤں میں رہنے کا محتاج ہونا) ثابت کرتے ہیں۔

اور یہ مدنی الطبع ہونا اوسکو کسی قانون تمدن کا محتاج بناتا ہے۔ اور قانون کے لئے قانون بنانے والے کی ضرورت ہے۔ اس سے حکماء و فلاسفر یونان نے نبی اور نبوت کی ضرورت کو ثابت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ قانون بنانے والا نبی ہوتا ہے۔ اور قانون اسکی وہ شریعت یا دین ہے جسپر وہ لوگوں کو چلنے کی ہدائت کرتا ہے۔

شیخ الرئیس بوعلی بن سینا نے کتاب شفا میں کہا ہے۔ یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ انسان اور حیوانات سے اس امر میں ممتاز ہے۔ کہ وہ مدنی الطبع ہے

ونقول الآن انه من المعلوم ان الانسان یفارق سائر الحیوانات بانه لا یحسن معیشته لو انفرد وحده شخصًا واحدًا یتولی تدبیر امره من غیر شریك یعاونه علی ضروریاته حاجاته وانه لا بد من ان یکون الانسان مکفیًا باخر من نوعه یکون ذلك الآخر ایضًا مکفیًا به وبنظیره فیکون هذا مثلا ینقل الی ذلك و ذلك یخبز هذا وهذا یخیط للآخر	اکیلا رہکر اچھی طرح اور شائستگی سے اپنی زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اور بلا شرکت ومعاونت دوسروں کے اپنی ضروریات زندگی کو پورا نہیں کرسکتا۔ بلکہ ضروری ہے کہ اس کے نوع کی دوسری افراد اوسکی ضرورتوں میں اوسکو مدد دیں یہ اوسکو روٹی پکادے۔ وہ اوسکو کپڑے سی دے۔ وہ سوئی بنادے وعلے ہذا القیاس وہ سب اکٹھے ہوں تو انکے کام پورے ہوسکتے ہیں۔ اور

والآخر تتخذ الابرة لهذا احتوا اجتمعوا
كان امرهم سكنيا ولهذا ما اضطروا
الى عقد المدن والاجتماعات فمن
كان منهم غير محتاط في عقد مدنيه
على شرائط المدينة وقد وقع منه
ومن شركائه الاقتصار على الاجتماع
فقط فانه يجعل على حقير بعيد
الشبه من الناس عادما الكمالات
الناس ومع ذلك فلا بد لا مثاله
من اجتماع ومتشبه بالمدنيين
فاذا كان هذا هو فلا بد في
وجود الانسان وبقائه من مشاركة
والاستعانة بآخر في معاملة كما لا بد
في ذلك من سائر الاسباب التي
تكون له ولا بد في معاملة من سنة
وعدل فلا بد السنة والعدل من
سنة وعدل ولا بد من ان يكون
هذا العدل بحيث يجوز ان يعارضه الناس
ويلزمهم السنة ولا بد من ان يكون
هذا انسانا ولا يجوز ان يترك الناس
وآرائهم في ذلك فيجتمعون ويرى

اس وجہ سے وہ ایک شہر یا گاؤں
بنانے کے محتاج ہوتے ہیں۔ پھر جو
شخص از انجملہ اس تمدن کی شرائط میں
احتیاط نہیں کرتا۔ بلکہ صرف ایک جگہ
اپنی شرکاء سے ملکر رہنے پر اکتفا کرتا ہے
جیسے پہاڑی لوگ یا جھونپڑیوں والے
خانہ بدوش۔ اس میں کامل انسانوں
کے کمالات مفقود ہوتے ہیں۔ وہ ہذا
اوسکو بھی کچھ نہ کچھ شہر والوں کی مشابہت
اختیار کرنی پڑتی ہے۔ پھر جب اون کو
باہم شریک ہو کر ایک شہر میں رہنا پڑا
تو اس شراکت کے سبب اس میں باہم
معاملات و تبادلات کا وقوع لازمی
ٹھہرا۔ ان معاملات کے لئے قانون
عدالت کی ضرورت ہوئی۔ اور اس
قانون کے لئے متمدن عادل انسان
کی حاجت پڑی اور وہ ایسا ہونا چاہیئے
جو لوگوں سے ہم کلام اور مخاطب ہو سکے
اور انکو قانون عدل پر عمل کرنا لازم
کر دے۔ اور لوگوں کو اپنے مختلف
رایوں پر عمل کرنیکا مختار نہ رہنے دے

کلواحد منهم مالہ عدلاً وما علیہ ظلماً
فان الحاجۃ الی هذا الانسان فی ان
یبقی نوع الناس وتحصل وجودہ
اشد من الحاجۃ الی نبات الشعر
علی الاشفار وعلی الحاجبین و
تقعر الاخمصین من القدمین و
اشیاء اخری من المنافع التی لا ضرورۃ
فیها فی التقابل اکثر مالها انها تنفع
فی بقاء وجود الانسان الصالح لان
یسن ویعدل ممکن کما سلف منا
ذکرہ ولا یجوز ان یکون العنایۃ الاولی
تقتضی تلک المنافع ولا تقتضی هذہ
التی هی اشیع ولا ان یکون المبدأ الاول
والملائکۃ بعدہ تعلم ذلک ولا تعلم
هذا ولا ان یکون ما تعلمہ فی نظام
الامر الممکن وجودہ الضروری حصولہ
لتمهید نظام الخیر لا یوجد بل کیف
یجوز ان لا یوجد ما هو متعلق بوجودہ
مبنی علی وجودہ موجود فواجب
اذن ان یوجد نبی وواجب ان یکون
انساناً وواجب ان یکون لہ خصوصیۃ

کہ جس امر کو وہ چاہیں عدل سمجھیں اور
جس کو چاہیں ظلم۔ ایسے شخص کی حاجت
وجود اور بقائے نوع انسان کے لئے
ایسی ہے۔ کہ وہ آنکھ کی حفاظت کیلئے
پلکوں کی اور ابروؤں کی اور چلنے کے لئے
پاؤں کے تلووں میں گہری جگہ کی ضرورت
سے زیادہ ہے۔ ان چیزوں کے منافع
وجود اور بقائے نوع انسان کے لئے
ایسے شخص کے وجود سے زیادہ نہیں
اور یہ جائز نہیں۔ کہ عنایت ازلی ان
منافع کو جو پلکوں وغیرہ اعضاء میں
پائے جاتے ہیں ملحوظ فرمائے۔ اور
ان منافع کو جو ایسے متقن کے وجود
سے متصور ہیں۔ اور وہ بہت مطلوب
ومرغوب ہیں۔ اور نظام خیر عالم کے لئے
ان کی سخت ضرورت ہے۔ نظر انداز
کردے اس سے ثابت ہوا کہ نبی کا ہونا
جو متقن قانون عدل ہوتا ہے ضروری
ہے۔ اور یہ کہ وہ انسان ہو۔ (یعنے نہ
کوئی فرشتہ نہ خود خدا تعالےٰ جو بلاواسطہ
خیر ہر ایک کو اپنا مخاطب بنا وے۔)

لیست لسائر الناس حتی یستنکر الناس امرًا لا یوجد لهم فیتمیز به عنهم فیکون به للمعجزات التی اخبرنا بها۔ فهذا الانسان اذا وجد یجب ان یسن للناس فی امورهم سننًا باذن الله تعالی وامره و وحیه وانزاله الروح المقدس علیه انتهی مختصرًا۔

اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس متعین (یا نبی) میں ایسی خصوصیت پائی جائے جو دوسرے میں پائی نہ جائے۔ جسکی وجہ سے لوگ اسکو پہچان لیں۔ اور دوسروں سے ممتاز سمجھیں یہ خصوصیت معجزات ہیں جنکی ہم خبر دے چکے ہیں ایسا شخص پیدا ہوگا تو وہ لوگوں کو خدا کے حکم۔ اور وحی سے اور روح القدس کے اُسپر نازل ہونے سے احکام۔ اور طریق تمدن کی ہدایت کریگا۔

اس خصوصیت اور معجزات کی تفصیل میں شرح مقاصد میں فلاسفہ سے نقل کیا ہے کہ نبی میں تین خاصیتیں جمع ہوتی ہیں۔

قالوا وهذا الانسان هو الذی یجتمع فیه خواص ثلاث هی الاطلاع علی الغیبیات وظهور خوارق العادات ومشاهدة الملک مع سماع کلامه۔ معنی ذلک علی ما شرحه فی الشفاء وغیره ان یکون کاملًا فی قوته النفسانیة اعنی الانسانیة والحیوانیة المدرکة والمحرکة بحیث ان نفسه القدسیة لصفاء جوهرها وشدة اتصالها بالمبادی العالیة المتنقشة لصور

(۱) غائب چیزوں پر جہانتک حواس نہ پہنچ سکیں اطلاع پانا۔

(۲) اُنسے عادت کے برخلاف اُمور کا ظہور میں آنا۔

(۳) فرشتے کو دیکھنا۔ اُس کی شرح شیخ الرئیس نے شفا میں یوں کی ہے کہ وہ انسان (یعنے نبی) اپنی قوت نفسانی انسانی اور حیوانی میں کامل ہوتا ہے۔ اوسکی قوت مدرکہ بھی کامل ہوتی ہے۔ قوت محرکہ جس سے دوسری

الکائنات ماضیها وحاضرها
وایتها وقبلة التفاتها الی الخسة
السافلة تکون بحیث یحصل لها
جمیع ما یمکن للنوع دفعة واحدة
او قدر یا من دفعة ولا یحل هناك
ولا احتجاب وانما المانع هو
انجذاب القوابل الی عالم
الطبیعة وانغماسها فی الشواغل
عن عالم العقل۔ وان قوته المتخیلة
تکون بحیث یتمثل لها المعقول
المجردة صورا واشباحا یخاطبه
ویسمعه کلاما منظوما محفوظا
وان قوته المتحرکة تکون بحیث
یطیع لها هیولی العناصر یتصرف
فیها تصرفا فی بدنها فیفعل
بالخصائص هذه القوی بمثابة
الملك هذا الملخص الی ان ذکر
انفجار الماء من الاصابع والا
جمال۔ (شرح مقاصد صلک)

چیزوں میں اثر پیدا ہو بھی کامل۔ اسکی
قوت مدرکہ کا کمال یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ
اپنے جوہر (یعنے ذات) کی صفائی سے
فرشتوں سے اتصال پیدا کرتا ہے جس کے
مدرکہ میں واقعات گذشتہ وموجودہ
وآئندہ کی صورتیں منقش ہوتی ہیں
اور وہ امور سفلی بدنی وغیرہ کیطرف
توجہ کم رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اسکو
وہ امور غیب جو نوع انسان کے لئے
معلوم ہونے ممکن ہیں دفعتاً یا اوسکے
قریب قریب معلوم ہو جاتے ہیں وہاں
کوئی حائل وحجاب نہیں ہوتا۔ حجاب امور
سفلی کیطرف توجہ ہے۔ سو وہ انمیں
پایا نہیں جاتا۔ اور اوسکی قوت خیالی
ایسی ہوجاتی ہے کہ اسمیں فرشتوں
کی صورتیں متشکل ہو کر دکھائی دیتی
ہیں۔ اور وہ اُنسے ہمکلام ہوتے ہیں
اور اوسکی قوت محرکہ عناصر اربعہ کے
مادے میں ایسا تصرف کرتی ہے۔
جیسا اپنے بدن میں وہ ہوا کو پانی بنا دیتی ہیں۔ اُنکی انگلیوں اور پوروں سے
پانی جاری ہوتا ہے۔ کیونکہ اُنکے نفس قدس کو اپنے بدن سے صرف تدبیر کا

تعلق ہوتا ہے۔ نہ حلول یا انطباع کا۔ لہٰذا جائز ہے کہ وہ اور اجسام عناصر میں بھی تصرف کر سکیں۔"

ہر چند شیخ الرئیس مدعی اسلام ہے۔ اور مسلمانوں میں معدود۔ اور صاحب شرح مقاصد (علامہ تفتازانی) تو مسلمانوں کے ایک مقتدا ہیں۔ مگر جو کچھ انہوں نے نبوت اور معجزہ کے متعلق کہا ہے وہ فلاسفہ کے اصول کے مطابق کہا ہے۔ نہ طریق اسلام۔ اسلام میں جس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نبی اور نبوت کو تسلیم کیا گیا ہے وہ اس ضرورت سے بڑھ کر ہے جسکی نظر سے فلاسفہ نے نبی اور نبوت کو مانا ہے۔ فلاسفہ کی صرف تمدن پر نظر ہے۔ اور اسلام کو روحانیت کا زیادہ لحاظ ہے۔

اور نیز فلاسفہ نے معجزات انبیاء کو اس حد تک تسلیم کیا ہے۔ کہ علم طبعی یا سائنس اور نیچر بھی اسکا موئید و مصدق ہو۔ جیسے ہوا کا پانی بن جانا۔ یا پانی کا ہوا ہو جانا وعلیٰ ہذا القیاس۔ اسلام اور دیگر آسمانی مذاہب معجزہ کو ایسا وسیع مانتے ہیں کہ وہ اوسکو علم طبعی اور سائنس کے تابع نہیں کرتے۔ بلکہ متبوع کہتے ہیں۔ اور اسکے سوپر نیچرل (قانون قدرت) ہونے کا یقین رکھتے۔ انکے نزدیک نبی کی دعا یا توجہ سے (بامر حکم الٰہی) لکڑی کا سانپ بن جانا۔ اور آگ کا پانی کے افعال دکھانا ممکن ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

فلاسفہ نے ہر ضروریات تمدن کے لئے نبی کی ضرورت ثابت کی ہے۔ اُپر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ یہ کام جو ضرورت تمدن سے تعلق رکھتا ہے۔ (قانون تمدن بنانا) تو ہر ایک تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ جہان کے عقلاء قانون تمدن بناتے چلے آئے ہیں۔ سلطنتوں کے ارکان اور پارلیمنٹ اور کونسل واضع آئین قوانین کے ممبر یہی کام کر رہے ہیں۔ پس اگر اس کام کے کرنے والے نبی ہیں تو وہ سب سب

داد دیں۔ اور میری تقریر و بیان کو اچھا کہیں۔ میری تحسین کریں۔ میں اس بات کو گناہ سمجھتا ہوں
اور اسکو شرک و ریا خیال کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں قبل از بیان و تقریر حاضرین جلسہ کو جو معین
باوب التماس کر چکا تھا کہ میرا بیان سنکر یا اوسکی اثنا میں حاضرین و سامعین داد و تحسین تالیاں
نہ بجاویں چیز نہ دیں۔ مرحبا جزاک اللہ نہ کہیں جیسا کہ اس جلسہ میں ہر ایک کی تقریر کیوقت
اور ہر ایک جلسہ میں جو نئی فیشن کے مطابق ہوتا ہے یہی دستور ہو رہا تھا۔ میری اس عاجزانہ
گذارش کو ارباب جلسہ نے قبول کیا۔ اور تمام جلسہ میں میرے بیان کے وقت سکوت و سناٹا رہا
صرف اختتام تقریر بابو پرتول چندر اور ایڈیٹر و پلیڈر کورٹ الہ آباد مسٹر سنہری وغیرہ نے تالیاں بجائیں
کیونکہ وہ اختتام تقریر کے دیئے گئے تھے۔ اُنھوں نے میری اس عرض مخالفت کو نہ سُنا تھا۔ بنا علیہ اگر
اب میں کسی سے اپنی بیان کی خوبی تحسین کروں یا دوسرے کو آفرین اور اپنی تحسین چاہوں تو پھر
میں اسی کی ریا میں مبتلا ہوتا ہوں۔ ہاں اسقدر کہنے کو میں شرک و ریا اور اپنے نفس کی مدح
و ثنا نہیں سمجھتا کہ ان آیات کا جو پڑھے اور جو انکا ترجمہ و تفسیر پڑھنے کی صرف اسوجہ سے کہ وہ خدا
کا کلام اور اُسکا مطلب تھا۔ دنیا سوجہ سے کہ میرے الفاظ و تقریر و بیان اور لب لہجہ الحان
اچھا تھا) حاضرین و سامعین پر عجیب اثر تھا۔ اس اثر سے حاضرین جلسہ میں سے خود چند اتباع مرزا
کوئی خالی نہ تھا۔ اتباع مرزا سے بھی بعض اشخاص پر وہ اثر تھا۔ از انجملہ ایک شخص مسمی کمال الدین صاحب
پروفیسر انجمن حمایت اسلام کالج میں جنھوں نے اس اثر کا اظہار جلسہ کے تیسرے دن ان الفاظ سے کیا جو
مخبر دکن مطبوعہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۶ء کے صفحہ ۴ و ۴ کالم ۳ سطر ۳ و ۲۴ میں مشتہر ہوئے ہیں)
"مولوی صاحب! جب آپنے ابتدا تقریر میں قرآنی آیات پڑھیں تو میں نہایت ہی خوش ہوا۔
چونکہ وہ ہمارے سوالات کے متعلق تھیں"۔
میاں کمال الدین صاحب کا یہ اظہار اس اثر پر کامل شہادت ہے کیونکہ میاں کمال الدین جس مذہب سے
اس خاکسار سے سخت مخالفت ہے۔ اور یہ امر بطور مثل مسلم و مشہور ہے ع الفضل ماشهدت به
الاعداء۔ یعنے بزرگی وہی جسکا اقرار دشمن بھی کرے۔ اس اظہار کے بعد جو میاں کمال الدین صاحب نے اسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

نبی جو اس سے ان کی ضرورت کی احساسی قوانین اور مذاقی ہیئت کی ہوئی ہیں اور ریل عکس ہما کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اس سوال کے جواب کے لئے فلاسفہ کے اصول پر شیخ الرئیس نے معجزہ تجویز کیا ہے اور اس سے انبیاء کو عام عقلاء سے ممتاز ٹھہرایا ہے۔ اور اپنی تقریر منقولہ بالا میں اسکا یہ جواب دیا ہے۔ کہ کسی شخص یا جماعت عقلاء کا حق نہیں کہ اپنے عقل سے ایک قانون تمدن بنا دینا تمام دنیا کے عقلاء پر مؤثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ قانون بنانے والے کو ان سب پر امتیاز اور خصوصیت نہ ہو جس سے وہ ان سب کی نظروں میں ان کی ذاتوں سے عزیز تر اور صاحب قدر نہ ہو۔ اور دلی محبت سے نہ جبر حکومت و زور عقل سے واجب الاتباع سمجھا جائے۔ ایسا شخص صرف نبی ہوتا ہے نہ کوئی اور عقلمند یا حکیم یا بادشاہ یا اور کسی سلطنت یا کونسل کا ممبر۔

عقلمند کی عقلی بات دوسرا عقلمند اسوقت تک مانتا ہے کہ اوسکی بات کی خوبی اپنے عقل سے بخوبی سمجھ لے اور وہ خود اپنی عقل سے اس سے بہتر یا ویسی بات تجویز نہ کر سکے۔ اور جو بات اسکے عقل میں آوے یا ویسی اپنی عقل سے پاوے اوسکی پیروی نہیں کرتا*

اور حکومت کا قانون تا قیام حکومت صرف جبر سے مانا جاتا ہے۔ دلی محبت اور یقین سے دوسرے کی بات کو مان لینا اور جو بات اسکی سمجھ میں آوے اوسکا مافوق العقل سمجھکر صرف تقلید سے قبول کر لینا عقلمندوں کی آپس میں ممکن الوقوع و متوقع نہیں ہوتا۔ آیسا شخص صرف نبی ہوتا ہے جسکی ہر بات کو دلی اعتقاد اور محبت سے تسلیم کیا جاتا ہے اور اگر اوس کی کوئی بات عقل میں نہ آوے۔ تو اسکو بھی مافوق العقل سمجھ کر اور اوس شخص کو معجزہ کے سبب مؤید من اللہ مانکر اوسکی اس بات کو بھی محض تقلید سے تسلیم کر لیا جاتا ہے۔

فلاسفہ کا یہ جواب بلا ارتیاب کوئی دقائق قلبی بخش ہے۔ اور یہ بھی کسی عام عقلاء جہان پر امتیاز و فوقیت ثابت کرتا ہے۔ مگر افسوس صد افسوس اس تاریکی

* نوٹ ۳ کا بیان اسکے خلاف نہیں ہے

کے زمانہ میں (جسکو برطبق مصرع۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ روشنی کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ اور درحقیقت ایمانی روشنی اس زمانہ میں کافور ہوگئی ہے۔ ایسے معجزات کو (جنکو فلاسفہ مانتے ہیں۔ چہ جائے معجزات بمعنے وسیع جنکو اسلام وغیرہ مذاہب آسمانی تسلیم کراتے ہیں) ماننے والے بہت کم نظر آتے ہیں۔ اور دن بدن کیا افسوس ہے۔ جو لوگ بظاہر مذہب کو کسی قسم (معنے) میں مانتے ہیں وہ وجود معجزات سے بتاویل وتسویل انکار کرتے ہیں اُنکے سامنے کتابی اور روایتی معجزات پیش کئے جاویں تو وہ ادنیٰ ایسی تاویلات کرتے ہیں جو صریح انکار سے بدتر ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے آسوقت معجزات دکھلانے والے نظر نہیں آتے۔ انبیاء علیہم السلام ختم ہوچکے ہیں۔ اور اُنکے کامل اتباع اور نائب اولیاء جو فوراً قت کے طور پر معجزہ کے قائم مقام کرامات دکھا سکتے ہیں اب نظر نہیں آتے۔ مدعی تو بہت ہیں۔ مگر دکھلانے والے آنکھوں سے غائب ہیں۔ بعض جو کرامت نمائی کا بذریعہ متحریات واشتہارات دعوےٰ* کرتے ہیں وہ اپنے ان دعووں میں جھوٹے نکلتے ہیں۔ جیسے عام تجارتی اشتہاروں کے مشتہر جھوٹے نکلتے ہیں۔ اور وہ منکروں کی نظروں میں مومنوں کو حقیر کراتے ہیں۔ اور خود ذلیل ہوتے ہیں۔ انکے اشتہاری معجزوں کی حقیقت دیکھ کر منکرین معجزات اور بھی دلیر ہوتے اور یہ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ کے معجزہ دکھانے والے بھی ایسے ہی ہونگے۔

* یہ مرزا غلام احمد کی طرف اشارہ ہے۔ جنکو تین ہزار معجزہ ونشان نمائی کا دعوےٰ ہے۔ مگر درحقیقت ایک نشان بھی اون کا صادق نہیں نکلا

اشاعۃ السنۃ جلد ۱۴

اس کی تفصیل مضمون "مرزائی رسائل اشتہار آتقسم وغیرہ کا جواب" میں ملاحظہ ہو۔ یہاں غلام احمد تو اپنی طرف سے مسلمانوں کو اُن دعاوی کا ذب سے ذلیل کرچکے تھے مگر مسلمان انکو اسلام سے خارج کرکے اس ذلت والزام مخالفین سے بچگئے۔ نبرا جلد ۱۴

لہذا ان لوگوں (منکرین معجزات) کے سامنے پیش کرنے کے لائق اس سوال کا جواب یہ ہے جو ہم دیتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے دکھانے کے لائق معجزہ حضرات انبیاء کی تعلیم ہے۔ جو دائمی معجزہ ہے۔ اور اوسکی تشریح اس جواب کے ضمن میں کرتے ہیں۔ پس واضح ہو کہ وہ جواب دو ہیں۔

اوّل یہ کہ تمدن کے قوانین میں جہاں کہیں صحت کا نشان پایا جاتا ہے وہ ان ہی مقدس حضرات کی تعلیم کا نتیجہ ہے و اثر و فیض ہے۔ ؎

بابا کے یہاں سے کون لایا ٭ جس نے پایا یہیں سے پایا

اور جو امیں غلطی یا خطا ہے وہ انسانی عقل کا نتیجہ ہے۔

دوسرے اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اہل تمدن نوع انسان پر ایسا وقت کوئی نہیں گذرا کہ انمیں خدا کی طرف سے نبی نہ بھیجا گیا ہو۔ اور اوس نے خدائی آیات و احکام (آسمانی تعلیم سے) انکو نہ پہچائے ہوں اور انکو قوانین عدل و انصاف نہ سکھائے ہوں۔ انسانی عقل خود بخود اُستاد نہیں بلکہ شاگرد ہے۔ اور ادراک حقائق و خواص اشیاء و حصول تجارب میں خود بخود مستقل نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ اوس نے جانا ہے سکھانے سے جانا ہے۔

حقیقی عالم نے جو کچھ اوّل نبی (آدم علیہ السلام) کو اور اوسکے بعد ہر زمانے کے نبیوں کو سکھایا۔ وہی انسانی عقل نے سیکھا ہے۔

مذہب کو الگ رہنے دو۔ دنیا میں جس قدر علوم و کمالات ہیں طب نجوم وغیرہ اور ادنے و اعلےٰ کام جو انسان انسانی عقل سے کرتے ہیں۔ جوتا۔ کپڑا سینا لکھنا پڑھنا وغیرہ وغیرہ وہ بھی سب کے سب انسانی عقل نے سکھانے سے سیکھے ہیں ایسا عاقل انسان دنیا میں کم سے کم ایک بھی نہیں جسکو کچھ نہ سکھایا جائے۔ اور ایک جنگل یا کھلے غار میں پرورش ہو۔ اور وہ اپنے آپ کپڑا جوتا سینے۔ لکھنے پڑھنے لگ جائے

پھر اس تعلیم کا ماخذ آسمان نہیں تو اور کیا چیز ہے۔ اسکا معلم عالم حقیقی نہیں تو اور کون ہے۔

محققین اہل اسلام امام غزالی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ کہ جسقدر علوم دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ طب۔ نجوم۔ وغیرہ سب کے سب الہامی ہیں۔ اور خدا کا قول وعلم آدم الاسماء کلھا اونکے قول پر شاہد ہے۔ ہاں اس اول تعلیم کے بعد اس شاگرد (عقل) نے اپنے تجربے و قیاس سے بھی بہت کچھ کام لیا۔ اور اسمیں بہت کچھ گھٹایا بڑھایا۔ اسی قیاس اور کمی بیشی سے اس تعلیم میں خطا و قصور واقع ہوگیا بناء علیہ انسانوں کے اصول و قوانین

ودلیل امکانھا ووجودھا وجود معارف فی العالم لا یتصور ان تنال بالعقل کعلم الطب والنجوم فان من بحث عنھا علم بالضرورۃ انھا لا تدرک الا بالالھام الھی و توفیق مرجعہ اللہ ولا سبیل الیہ بالتجربۃ فی حکام النجومۃ ما لا یقع الا فی کل سنۃ الا مرۃ فکیف ینال ذلک بالتجربۃ وکذلک خواص الادویۃ المنقذ من الضلال۔)

میں جو صحیح ہیں۔ وہ سب کے سب آسمانی ہیں اور جو غلط ہیں وہ انسانی۔

ان غلط اصول کی تصحیح کیلئے خداوند تعالے نے وقتاً فوقتاً اول آدم علیہ السلام ہی کی جگہ اور نبیوں کو بھیجا تاکہ انکی غلطی کو رفع کریں۔ اور ٹھیک آسمانی تعلیم کو قایم رکھیں یہانتک کہ سب سے آخر خاتم المرسلین کو بھیجا جنھوں نے ان اغلاط کی تصحیح کرکے ایسا قانون تعلیم و اصلاح (قرآن کریم) مکمل کرکے پہنچایا کہ اُسکے بعد کسی اور قانون اور مقنن کی ضرورت کو باقی نہ رہنے دیا۔

بناءً علیہ علماء جہان کا اور اُنکے صحیح قوانین کا وجود نبوت اور انبیاء کا ثبوت دیتا ہے۔ وہ نفی کرتا ہے اور وہ دلیل جو فلاسفہ پیش کرتے ہیں اُنکے عدم کی دلیل ہے نہ عکس کی ہمارے اس جواب کی صحت تسلیم دو مقدموں کی صحت تسلیم پر موقوف ہے۔

اوّل یہ کہ عقلاء اپنے عقلی اور انسانی فیصلوں میں غلطی کرتے ہیں۔
دوسرا یہ کہ انبیاء اپنے احکام و ہدایات میں جو آسمانی تعلیم سے وہ فرما گئے ہیں کبھی غلطی نہیں کرتے۔

مقدمہ اول تو ہر سے خیال میں تمام جہان کا مسلمہ قضیہ ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی عاقل نہ ہوگا جس نے کبھی غلطی یا خطا نہ کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقولہ بطور قاعدہ کلیہ مشہور ہو کر عربی میں ضرب المثل ہو گیا ہے۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان جسکو یوں بھی تعبیر کرتے ہیں الانسان یسادق النسیان اور یہ بھی کہتے ہیں اول الناس اول ناس اور آسمانی مذاہب میں سے دو مذہب اسلام اور عیسائیت۔ اس مقولے کو مذہبی مسئلے کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ اسلام میں یہ حدیث مانی گئی ہے کہ حضرت آدم سے بھول اور خطا ہوئی۔ تو انکی اولاد سے بھی بھول اور خطا ہونے لگے۔ جو رسالہ نمبر ۲ جلد ۱ میں بصفحہ (۴۹) منقول ہو چکی ہے۔

عیسائیوں کی مقدس کتاب واعظ باب ۷۔ آیت ۲۰ میں کہا ہے۔
کوئی انسان زمین پر ایسا صادق نہیں کہ نیکی کرے۔ اور خطا نہ کرے۔
عیسائی مذہب کی کتابوں میں لفظ خطا سے بڑھ کر لفظ گناہ بھی تمام انسانوں کے لئے وارد ہے۔ اس لفظ سے غلطی و خطا بطریق اولےٰ ثابت ہوتے ہیں کیونکہ خاص میں عام کا تحقق ضروری ہے۔

ایوب کے باب ۱۴۔ آیت ۴ میں ہے۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔

زبور باب ۵۱ آیت ۵ میں ہے۔ دیکھ میں نے برائی کی صورت پکڑی اور گناہ کے ساتھ میری ماں نے مجھے پیٹ میں لیا۔

یرمیاہ باب ۱۷ آیت ۹۔ دیسیاہ باب ۴۴ آیت ۷ میں ہے دل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز ہے۔ اور وہ نہایت فاسد ہے۔ اوسکو کون دریافت کرسکتا ہے ہم تمکو سب ایسے ہیں جیسے ناپاک چیز اور ہماری ساری راست بازیاں گندی دھجی کی سی ہیں۔ اور ہم سب پتے کیطرح کملاتے ہیں۔ اور ہماری بدکاریاں آندہی کی مانند ہمیں اڑالیگی۔

زبوروں کے باب ۱۴۔ آیت ۲۳ میں ہے سبھوں نے گناہ کیا۔ اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔

حکماء کے اقوال بھی ان اقوال کے قریب قریب ہیں۔ ارسطاطالیس کا قول ہے۔ بنی آدم ایک ناتوان شکل اور ڈھلتی گبند اور جسد اور رورد ورسیج کے مہد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ بطلیموس کا قول ہے۔ ہر ایک شئے اپنی اصلیت کیطرف رجوع ہونے سے باز نہیں رہتی۔ پس انسان جو گناہ کرتا ہے اوسکا ذاتی منشا ہے طوکیدیدس کا قول ہے۔ سارے آدمی گناہ کرتے ہیں۔ کیا ظاہر میں کیا باطن میں۔ اور بُری ہوا و ہوس عقل کو نابینا کرتی ہے۔ اور اسطرح گناہ پورا ہوتا ہے جالینوس کا قول ہے۔ کہ آدمی بالذات شریر اور گناہ کا طالب ہے۔ اور اگر تہذیب اخلاق نہ ہو تو یقین ہے کہ ہمسے بدتر ہوجاوے۔ پلوطارخ کا قول ہے کہ بُری ہوا و ہوس پیدائش ہی کے وقت سے آدمی میں پیدا ہوئی ہے۔ نہ یہ کہ پیدا ہونے کے بعد اوسمیں سمائی گئی ہے۔ اور اگر آدمی کو نصیحت اور تنبیہ نہ کرتے تو گمان ہوتا ہے کہ وہ جنگلی جانور سے بھی زیادہ وحشت ناک ہوتا۔ اقلیدس کا قول ہے۔ کہ بدی انسان کا پیدائشی نتیجہ ہے۔ قراطس کا قول ہے۔ کہ جیسے ہر انار میں ایک قسم کا زہر ہوتا ہے۔ ایسے ہی ہر آدمی میں بھی بُری آرزو البتہ ہوتی ہے یہانتک کہ کوئی بے گناہ نہیں ہے۔ بقراط کا قول ہے۔ کہ اگر تعلیم اور تسلم

اور درس و تدریس حکماء کا ایک بیہودہ کام ہے تو ضرور انسان گناہ سے مبرا ہے۔ والا بدہے۔ کالسدیس کا قول ہے۔ کہ انسان کا دل ایک ناطق اور رہوکد شاہد ہے۔ کہ وہ بدی اور شرارت کی طرف بدل رجوع ہے۔ یہ امر دال ہے اسکی خطا کاری پر۔ فرزانہ لاورزی کا قول ہے۔ کہ انسان کو زیبا ہے کہ اپنے بُرے دل کی شرارت سے ہمیشہ منفعل اور خجل اور بھی سرنگوں رہے۔

ان جوالہات واقوال کو کوئی شخص صحیح نہ سمجھے۔ تو ہم کو وہ دنیا کے لوگوں سے گذشتہ زمانے کے ہوں یا حال کے۔ ایک شخص کی نشان دہی کرے جس کی غلطی وخطا نہ ہوئی ہو سلطنتوں کے واضعان آئین وقوانین اور پارلیمنٹ کے ممبروں ہی میں سے ایک شخص کو بتا دے جس نے غلطی نہ کی ہو۔ ہم تو صاف دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں۔ اور اپنے قانون کو خود غلط قرار دیکر بدلتے رہتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے ممبروں سے ایسے اربیٹر سپیکر ہوتے ہیں کہ وہ اپنی تقریر سے اپنے مدعا کو بزور دلائل ایسا صحیح ثابت کر دیتے ہیں کہ اکثر سامعین وسامعین اسکو حق وصحیح سمجھ کر اس پر ایمان لے آتے ہیں۔

اسکے مقابلہ میں دوسرا اربیٹر سپیکر کھڑا ہوتا ہے۔ تو وہ پہلے کا سارا کیا کرایا خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور اسکا خلاف ایسا ثابت کرتا ہے۔ کہ اوس کا بیان سنکر حاضرین یہ کہہ اوٹھتے ہیں کہ پہلے نے ہم پر جادو کر کے اپنا مدعا صحیح کر دکھایا تھا۔ حق تو یہی ہے جو اس دوسرے نے بیان کیا ہے۔

حکمائے یونان کے خیالات اور اُنکے مقابلے میں یورپ کے فلاسفروں کے خیالات کو دیکھو۔ تو ضرور ایک جانب کو غلط اور خطا قرار دو۔

آن خیالات کے بیان کی نہ حاجت ہے نہ وقت دمعہذا کسیکو شوق ملاحظہ ہو تو ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کے جلد دوم کے صفحات ۸۲ سے ۸۸ تک کا ملاحظہ کرے۔ اس بیان سے حاضرین کو یقین ہو گیا ہو گا۔ کہ ہمارا پہلا مقدمہ ایسا صحیح ہے کہ اسمیں کسیکو اختلاف اور مقال کی گنجائش نہیں۔

آب رہا مقدمہ دوم سو بھی میرے خیال میں اختلاف اور نزاع کے لائق نہیں حضرات انبیاء علیہم السلام جو قوانین و اصول آسمانی تعلیم سے بیان کر گئے ہیں ان میں سے کم سے کم ایک بھی ایسا نہیں جس میں غلطی یا خطا کی آمیزش ہو۔ ان اصول و قوانین کو نہ متعلمن نے خود خطا اور غلط قرار دیا۔ اور نہ ایک کے قانون کو دوسرے نے غلط کہا۔ بلکہ ایک نے دوسرے کی تصدیق کی۔ اور سچا کہا۔ یہ اصول کی نسبت حکم ہے وہی بہ فروعات مناسب وقت اور محل سوا نہیں البتہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ آئت ۳ و ۴ متعلق جواب سوال مدعا بنت کی تفسیر میں بیان ہوا ہے۔ مگر یہ تبدیلی پہلے حکم کی غلطی پر مبنی نہیں ہے بلکہ تبدل حالت اور ضرورت وقت پر مبنی ہے۔

اس کی تکمیل کو نسلوں کے قوانین بنیں ہیں۔ جو غلطی معلوم ہونے سے بدلے جاتے ہیں۔ بلکہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے نسخے ہیں جو حسب ضرورت و تبدل حالت مریض بدلے جاتے ہیں۔ اسکی ایک مثال حضرت آدم کی قرہبی اولاد بھائیوں بہنوں کے باہم نکاح ہیں۔ جو حسب ضرورت وقت ہوتے تھے۔ جب وہ ضرورت نہ رہی تو حکم اُٹھا لیا گیا۔ اور حقیقی بہن کا نکاح حقیقی بھائی سے منع ہو گیا۔ جس کا سبب یہ ہے۔ کہ زوجہ ایک فراش ہے اور شوہر اوسکا حاکم یا افسر جیسا کہ آیت

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض (نساء ع ۴)

منقولہ حاشیہ میں بیان ہے بلکہ فراش میں فی الجملہ ابتذال پایا جاتا ہے۔ اور قریب کے

رشتہ میں اعزازی جلسہ مناسب ہے۔

میں اسوقت جملہ مذاہب کیطرف سے وکیل ہو کر کھڑا نہیں ہوا کہ سب مذاہب کے اصول و قوانین بیان کر کے انکو خطا سے پاک ہونا ثابت کروں۔ بلکہ صرف اسلام کی طرف سے وکیل ہوں۔ اور اس امر کے ثابت کرنے کے لئے خدا کے فضل و توفیق سے تیار و مستعد ہوں۔ کہ اسلام کے ایک قانون اور اصول میں بھی غلطی نہیں ہے

عام الہوت کی ضرورت بیان کرنے کے بعد جب خاصکر اسلام کے ثبوت اور تائید کے لئے کھڑا ہونگا۔ اُسوقت چند ہی مثالوں سے اپنا دعوے ثابت اور مدلل کر دکھاؤنگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

میں نے آجکل اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں ایک مضمون "عصمت انبیاء" درج کیا ہے جو عنقریب چھپکر شائع ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ۔ اسمیں میں نے آنحضرت کا مشتہار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک گناہ ثابت کرے۔ تو میں اوسکو ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔ اسمقام میں اس لفظ گناہ کے ساتھ میں لفظ خطا بھی زیادہ کرتا۔ اور یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی خطا ثابت کرے جس پر منجانب اللہ اطلاع ہو کر اوس کی اصلاح نہ کیگئی ہو۔ تو وہ بھی ایک ہزار روپیہ انعام لے۔

خلاصہ جواب اول یہ ہے کہ قانون تمدن بنانے والے عقلاء اور اکثر سلطنت۔ جو صحیحہ قوانین بناتے ہیں وہ انبیاء کے بنائے اور بتائے قوانین ہیں اور جو قانون اپنی عقل سے بناتے ہیں۔ انمیں غلطی کھاتے ہیں۔ لہذا وہ انسان کی تمدنی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ اور انبیاء کا کام نہیں دے سکتے۔ اور نہ نبی کہلانیکے مستحق ہو سکتے

---

* یہ مضمون اسی جلد میں شائع ہو گیا۔ جس جلسہ پر مضمون خطبہ درج ہوا ہے۔

ہیں۔ یہ کام انبیاء کا کام ہے جنہیں سب مقنن انبیاء کی تعلیم و ہدایت کے محتاج ہیں۔

دوسرا جواب اس سوال کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ تمدن کے عام اصول و قوانین بنانے میں انسانی عقل کی اغلت ہوسکتی ہے۔ جس میں وہ کچھ شاگردی انبیاء سے اور کچھ اپنے اجتہاد و قیاس کی استادی سے کام کرسکتی ہے۔ اور ان قوانین میں وہ خطا و صواب دونوں سے موصوف ہوسکتی ہے۔ (چنانچہ جواب اوّل میں ثابت ہوا۔) مگر بعض اخلاقی اور روحانی اصول قایم کرنے میں عقل کی استادی کچھ بھی نہیں چلتی۔ اور یہیں اوسکو آسمانی تعلیم کی ہی شاگردی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ان اصول کے متعلقات تک طائر عقل کو پرواز نصیب نہیں۔ بلکہ وہاں جاکر اوسکے پر جل جاتے ہیں۔

اس حکم نفی میں مراد نہ ایک عقل آدمی کی نہ دس کی نہ سو کی۔ نہ ہزار کی نہ عقلائے بیشمار کی۔ بلکہ کل بنی نوع انسان کی مراد ہے۔ اور اسکی نسبت ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ ان اشیاء تک کسی کی عقل کو وصول نہیں ہے۔ اور ان چیزوں کے متعلق انسان کو علم حاصل کرنے کی ضرورت بھی کھانا کھانے۔ پانی پینے۔ کپڑا پہننے کی ضرورت سے بھی بڑھکر ہے۔ اور اس ضرورت کے پورا ہونے کا ذریعہ اور سبیل انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس سے نبوت اور انبیاء کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس ضرورت کے مطابق انبیاء کا وجود یا وجود انکی تعلیمات سے ثابت ہوتا ہے۔

انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی صفات کی کسیقدر تفصیل کرچکے ہیں۔ از انجملہ اس کی جسمانی صفات اور اخلاقی حالات کی نظر سے اوسکو قانون تمدن سے تعلق ہے۔ (جسکو فلاسفہ نے ثابت کیا ہے۔) اور بعض روحانی

مخالفت کیوجہ سے خاکسار کی توجہ دوسری طرف منعطف ہوجانے پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ اسکا جواب اس جلد کے مضمون نمبر ۱ میں ہے جسکو ناظرین ضرور ملاحظہ فرمائینگے۔ اور امید کیجاتی ہے کہ خاکسار کی توجہ ایک لمحہ کو بھی منحرف نہیں ہوئی۔

حاضرین میں سے علاوہ اقوام غیر کے فہیدہ و سنجیدہ اشخاص بھی آئے اور انکے دلوں پر بھی اسکا بڑا اثر تھا جو اسوقت انکی بشاش چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ از انجملہ دو صاحبوں نے زبان سے بھی اسکا اظہار کیا۔ ایک صاحب رائے برادر اکنٹہ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے سکرٹری تھے جو وقت ختم ہونے کے بعد تقریر کرنیکو اٹھے اور صاف اقراری ہوئے کہ جیسا بیان اس وقت خاکسار نے کیا ہم نے کبھی ایسا نہیں سنا۔ اور علاوہ یہ انہوں نے یہ لفظ بھی فرمائے کہ صدق ہوئے۔ دوسرے صاحب مسٹر ایچ گوپال پریذیڈنٹ کارکن کمیٹی جلسہ تھے۔ جو اسی جلسہ کے دن شام کے قریب مجھ عاجز سے ملنے آئے اور اس خاکسار کے بیان آیات کی تعریف کرکے بولے کہ ہمکو اسلام کی یہ حقیقت معلوم نہ تھی جو آج معلوم ہوئی۔

اسی طرح خاکسار کی نسبت عام آوازہ ہوگیا کہ مسلمانوں میں لیکچرر یا ممبر مرزائی پارٹی پر نہایت شاذ و نادر ہوئے ہیں جو قسیس پیشہ کرکے یا کسی خاص شخص کے مضمون سوالات جلسہ کا جواب تھا بلکہ یہ معمولی وعظ تھا جیسے سوالات کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر جو اہل علم اور عام اہل فہم فراست انکی سنتا کا اعتبار کیا اور اس بیان آیات قرآن کو سراسر متعلق سوالات جلسہ تسلیم کیا۔ دوسرے دن صبح کو میر مجلس صاحب مہتمم اجازت تقریر خاکسار کی غرض سے تشریف لائے اور فرمایا کہ ہوقت تین بجے کچھ کہا نہ جاتا کیونکہ رات کسیقدر علیل تھا ہوں میں صرف اسواسطے آیا ہوں کہ پھر دوبارہ آپکی زیارت کروں۔ کہ آپکا بیان عمدہ ہوا ہے۔ دوسرے دن مرزا کا مضمون پڑھا جانا تھا اسلیے مرزائی اتباع و ضلعاء کا خوب جمگھٹا ہوا جو دور دور سے لوگ بگھیوں و دریا باد و دیگر سواریوں پر آموجود ہوئے تھے انہوں نے اس مضمون پر جا بجا خوب چیرزدی اور نایاں کمائیں جنمیں جلہ لوگ بھی انکر شریک ہوگئے۔ خاکسار تو اسے بیان کے جلسہ میں نہیں پہنچا۔ اور نہ مرزا کا مضمون اپنے پاس سنا۔ مگر سنیدہ اور فہمیدہ لوگوں نے آکر بیان کیا کہ وہ مضمون نہایت ہی مظنہ رشتہ کی ذلت تھا اور عوام کو خصوصاً لوکے طبعاً گوخوش کرنے والا۔ مگر خواص خصوصاً علماء اس سے سخت ناراض آئے۔ اور اس کمرشی بھی ہوئے ہوں گے۔ اس مضمون میں مرزا کی ایسی باتیں بھی ہیں جو شریعت اور تحقیق کے بھی خلاف ہیں بلکہ بعض کفریہ ہیں۔ ہم اسپر بھی رائے ظاہر نہیں کرتے جبتک کہ وہ مضمون چھپکر شائع نہیں ہوتا جب وہ شائع ہوگا تو لوگ خود دیکھ لینگے اور ہم بھی اسپر مفصل بیوبرا نکی انشاء اللہ تعالے۔

* اس پارک کی کچھ روئیداد ہم نے ایک سنہ اس مضمون کا اخبار مخبر دکن مدراس مطبوعہ ۲۸ جنوری ۱۹۰۷ء سے نقل کیا تھا مضمون کے مناسب حال یہ شعر ہمکو یاد آیا ؎ بہت غور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا۔ اور اس مضمون کی

صفات کی نظر سے اوسکو اپنے خالق سے تعلق ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے ایک خیال اوسکو خدا کی ہستی اور ذات کا کہ "وہ ہونا چاہیئے" پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا خیال اوسکی صفات کا کہ وہ ہے تو کیسا ہے۔ اور کن صفتوں سے موصوف ہے۔ تیسرا خیال اوسکی ارادات۔ و مرضیات کا کہ وہ کن کاموں سے خوش ہے۔ اور اُنپر اوسکی طرف سے انعام و جزا ملنے کی امید ہے۔ اور کن فعلوں سے ناخوش ہے۔ اور اُنپر اوسکی طرف سے مواخذہ کا خوف ہے۔

پہلے خیال (یعنے ہستی و ذات خدا) کے متعلق تمام جہان کے عقلاء کی عقل بجز اسکے کچھ راہنمائی نہیں کرتی کہ اسکا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ ہونا چاہیئے۔ وہ نہ ہوتا تو ہم بھی نہ ہوتے۔ اور وجود میں نہ آتے۔ اس سے بڑھ کر کہ وہ موجود ہے عقل بتا نہیں سکتی۔ اور کسی چیز کے موجود ہونے کی خبر دینا عقل کا کام نہیں۔ یہ شاہد کا کام ہے۔ مثلاً ہم دھوئیں کو دیکھتے ہیں۔ تو اوس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں اور حکم لگاتے ہیں۔ کہ یہاں آگ کا ہونا ضروری ہے۔ آگ نہ ہوتی تو دھواں پیدا نہ ہوتا اور اس سے بڑھ کر یہ حکم کہ وہاں آگ ہے۔ عقل کا کام نہیں ہوتا۔ بلکہ مشاہدہ کا کام ہوتا ہے۔

اس خیال کے متعلق خداوند تعالے نے خود ہی آسمانی تعلیم اور انبیا کے ذریعے سے انسانی عقل کو مطلع کیا کہ میں ہوں۔ تو اوسکو اوسکی ہستی کا علم حاصل ہوا۔

دوسرے خیال (خدا کی صفات) کے متعلق بھی جہان کی عقل ملکر کوشش کرے تو اوسکو کچھ پتا نہیں لگتا۔ کہ خدا تعالے کن صفتوں سے موصوف ہے۔

جسکی وجہ یہ ہے کہ عقل انسان کی دوڑ وہاں ہی تک ہے جہانتک اسکی حواس اس کا وصول ہو۔ اور جہاں حواس کو وصول نہ ہو۔ وہاں وصول عقل ناممکن ہے۔

اپنی صفات سے بھی خدا نے خود ہی خبر دی۔ اور انسانی عقل کو آسمانی تعلیم پہنچی تو

انسانی سمجھ سے صفات کی خبر ہوئی۔

صاحبان! ایک معلم آسمانی اسلام کے ہادی اور ہمارے نبی نے خدا تعالیٰ کی ہستی اور ذات وصفات کے متعلق جو تعلیم آسمانی پہنچائی ہے اوسکو آپ حضرات توجہ سے سنیں گے تو داد انصاف دیکر کہیں گے کہ انسانی عقل سے یہ تعلیم نہیں ہو سکتی اور کسی نے انسانی عقل سے یہ تعلیم نہیں دی۔

خدا کی ذات اور ہستی اگر محض تنزیہہ سے بلا استعمال الفاظ تشبیہ لوگوں کو سمجھائی جائے (جیسا کہ عموماً عقلاً سمجھاتے اور بیان کرتے ہیں کہ مثلاً وہ واجب الوجود ہے۔ (جسکا ہونا ضرور ہے) یا وہ قیوم ہے (جو بذات خود قائم ہے اور دوسری موجودات کے قیام کا سبب (موجب) یا وہ کاز اوف کاز دعلۃ للعلل ہے تو خدا تعالیٰ کو صرف معدودے چند فلاسفر اور کریجویٹ (تعلیم یافتہ) ہی سمجھتے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے تمام بندے خدا کی معرفت کے محتاج ہیں اور وہ [illegible] ہیں۔ جو ان الفاظ کے مفاہیم تو کیا سمجھینگے۔ ان الفاظ سے انکے کان بھی آشنا نہیں ہوئے۔ اور اگر اس فہمائش ہستی اور ذات خداوندی کے لئے تشبیہ کو کام میں لایا جائے۔ اور عوام الناس کو اس ہستی کی فہمائش اون الفاظ سے کی جاوے جن الفاظ سے وہ اوسکو سمجھ سکتے ہیں کہ خدا وہ ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے آدم (آسمان کو بنایا۔ اور وہ آسمانوں پر عرش پر ہے۔ اور وہ [illegible] کہتا ہے سو علیٰ ہذا القیاس۔ تو ان الفاظ سے بے شک عام لوگ خدا کی ہستی اور ذات کو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اوسکے ساتھ وہ اس بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ خدا کو انسان جیسا ایک انسان ہاتھوں والا۔ زبان۔ کان وغیرہ اعضا والا کسی تخت یا چوکی پر بیٹھنے والا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ جو خدا کے تقدس کے [illegible]

ہمارے معلم آسمانی اور رسول رحمانی (صلے اللہ علیہ وسلم) اس فہمایش ہستی اور ذات وصفات کے وقت دونو فریق عقلاء و عوام کے افہام کا لحاظ فرمایا۔ خواص عقلاء کی فہمائش کے لئے تنزیہ و تقدس کے الفاظ کو استعمال فرمایا۔ اور عوام کی فہمائش کے لئے الفاظ تشبیہ سے کام لیا۔ اور اس الفاظ تشبیہ سے جو وہم و گمان جسم و جسمانیت پیدا ہوتا تھا۔ اوسکو اس ایک آیت قرآن سے "لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر" یعنے اوسکی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اٹھا دیا۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ سننے والا تو ہے۔ مگر نہ ایسا جیسا کہ ہم ایک جسمانی آلہ کان سے سنتے ہیں۔ پر ایسا ہی کچھ۔ وہ دیکھنے والا تو ہے مگر نہ ایسا جیسا ہم جسمانی آلہ آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ پر ایسا ہی کچھ۔

اس نفی تشبیہ اور پھر کسیقدر اختیار تشبیہ سے اس ہستی کا مقصود یہ ہے کہ خدا کے سننے دیکھنے۔ اور انسان کے سننے دیکھنے کو حقیقت میں تو مشابہت و مماثلت نہیں ہے بلکہ عمل و نتیجہ میں مشابہت ہے۔

صاحبان! ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اور اس حقیقت کا اثر و فعل و لازمہ و نتیجہ آنکھ کی حقیقت ڈھیلا اور طوبتیں اور طبقات ہے۔ اور اوسکا فعل و اثر و نتیجہ دیکھنا ہے۔ ایسی ہی کان کی حقیقت ایک سوراخ دار جسمانی عضو ہے جس میں بھچے بچھائے ہوئے ہیں۔ اور اس میں ایک پردہ ہے جسپر ہوا ٹکراتی ہے

---

[1] اللہ وہ ہے جسکے سوا پوجنے کے لائق کوئی نہیں۔ چھپی اور کھلی ہر چیز کو جاننے والا بخشش کرنیوالا مہربان۔ بادشاہ عیبوں سے پاک۔ سلامتی دینے والا نگہبان غالب۔ جو چاہے کرلے۔ بڑائی کے لائق۔ [2] اللہ وہ ایک ہے نیاز ہے نہ کسیکو جنا۔ اور نہ وہ کسیکا جنا ہوا۔ اور اس جیسا کوئی ہے ۔

اور اوس کا فعل سننا ہے۔

خدا تعالےٰ کے دیکھنے اور سننے کو جو انسان کے دیکھنے اور سننے سے مشابہت ہے تو صرف ان معنوں میں ہی حقیقت انسانی آنکھ اور کان سے۔

حضرات! یہ باتیں کہ خدا تعالےٰ جسمانی آنکھ و کان نہیں رکھتا۔ اور معہذا وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ انسانی عقل سے جس نے خدا کو نہیں دیکھا کیاں معلوم ہو سکتی ہیں۔ جب تک خدا تعالےٰ خود نہ بتاوے کہ میں ایسا ہوں۔

خدا تعالےٰ کی صفت وحدت اور اسکی توحید اس ہادی برحق نے سمجھائی ہے تو وہ بھی ایسے طور پر سمجھائی ہے کہ کسی اور عاقل نے نہیں سمجھائی۔ اور نہ کوئی سمجھا سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ کی ذات، صفات و استحقاق عبادت تینوں کی نظر سے ایک ماننا چاہئے۔ اور ان توحیدات ثلثہ کے بغیر خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہے۔

توحید ذات یہ ہے کہ جیسے ایک انسان کی مانند دوسرا انسان ہوتا ہے۔ ایک ستارہ کی مانند دوسرا ستارہ۔ درخت کی مانند دوسرا درخت وعلےٰ ہذا القیاس ویسے خدا کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہ اپنی ذات آپ ہی وجود میں اکیلا ہے۔ جو اپنی نظیر اور کفو نہیں رکھتا۔

توحید صفات یہ کہ جن صفات کمال سے وہ موصوف ہے۔ ان صفات سے کوئی دوسرا موصوف اور ان میں اسکا شریک و مماثل نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ بلا جسمانی آنکھ کے سنتا ہے دوسرا کوئی ایسا نہیں دیکھتا۔ جیسا کہ وہ بلا جسمانی کان سنتا ہے ایسا نہیں سنتا۔ جیسا کہ وہ موجودات کو پیدا کرتا ہے کوئی دوسرا پیدا نہیں کرتا۔ جیسا وہ ہر چیز کو تمام زمانوں سے پہلی ہونے کی حیثیت سے ازلی ابدی ہونے کی حیثیت سے ان کے نزدیک ہو خواہ

کتنی ہی دور یکساں جانتا ہے۔ اور کوئی چیز اس سے چھپی نہیں ہے۔ ایسا کوئی دوسرا اُن چیزوں کو نہیں جانتا وعلے ہذا القیاس۔

توحید استحقاق عبادت یہ ہے کہ غائت درجہ کی عجز وانکسار بندوں کا جسکو وہ اپنی بجنس اکابر (بادشاہ حاکم باپ وغیرہ منعم ومحسن) کے سامنے نہ کر سکیں وہی مستحق ہے۔ اس سے ایسا ڈریں کہ کسی دوسرے سے نہ ڈریں۔ اس سے ایسی امید رکھیں کہ کسی دوسرے سے نہ رکھیں۔ اُسکے آگے ایسی عاجزی اور تضرع کریں جو کسی کے آگے نہ کریں۔ وعلے ہذا القیاس۔

توحید خدا کی تشریح وتفصیل بھی انسانی عقل سے نہیں ہوسکتی نہ انسانی عقل خدا کی ذات وصفات کو بذات خود سمجھ سکتی ہے نہ اسکے حقوق واستحقاق عبادت کو بذات خود میزان کر سکتی ہے۔

یہ اسرار خدا تعالےٰ ہی کی تعلیم سے (جو بواسطہ روحانی معلموں کے پہنچی ہے) کھلے اور کھل سکتے ہیں

دنیا میں بڑے بڑے فلاسفر گذر چکے ہیں جنہوں نے تعلیم انبیاء کی طرف توجہ نہ کی تو توحید عبادت اُنسے چھوٹ گئی۔ افلاطون سے تاریخی نقل ہے کہ اُسنے اپنے وارثوں کو مرنے کے وقت وصیت کی تھی کہ فلاں بت کے نام اس کی طرف سے ایک مرغا ذبح کریں۔ جو کمال تعجب کا محل ہے۔

تیسرے خیال (خداوند تعالےٰ کے ارادات ومرضیات) کے متعلق بھی انسانی عقل کو اپنے آپ علم حاصل ہونا ناممکن ہے۔ ایک انسان دوسرے ہم جنس انسان کے دل ودماغ پر احاطہ نہیں کر سکتا۔ اور اپنی انسانی طاقت سے نہیں جان سکتا کہ اُسکے دل ودماغ میں فلاں امر کے متعلق کیا خیال ہے۔ وہ اس میں خوش ہے یا ناخوش جب تک کہ وہ خود زبان سے نہ کہے۔ یا ایسے قرائن وعلامات قائم نہ کردے۔ جنسے

اُسکی رضا یا عدم رضا یقیناً ظاہر ہو سکے۔ چہ جائے خداوند تعالےٰ جس سے انسان کو کسی قسم کی مجانست و مماثلت نہیں ہے۔

یہ امر بھی خداوند تعالےٰ نے خود ہی فرمایا اور آسمانی تعلیم سے انبیاء پر اپنی رضا و عدم رضا کو ظاہر کیا تو انسانی عقل کو اسکا علم حاصل ہوا۔

دُنیا کی موجودہ اشیاء کے وجود و خواص یا نیچر سے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ کہ خدا تعالےٰ بندوں سے اُن اشیاء کے متعلق کیا چاہتا ہے۔ اور اوسکی رضا ان اشیاء کے استعمال میں ہے یا ترک میں۔ اسکی دلیل اور مثال زہر و تریاق و کفر و شکر کی تفصیل دیکھنی چاہو تو ہمارا رسالہ شاعۃ السنۃ نمبر ۱ جلد ۴ صفحہ ۲۲۸ وغیرہ کو ملاحظہ کرو۔

اس جواب پر یہ سوال ضرور ہوگا۔ کہ اگر انسانی عقل کو خدا کی ذات و صفات و اراداتِ ہرڈ اکٹلی (بلا واسطہ) اطلاع ممکن نہیں ہے۔ اور عقل انسانی ان چیزوں کا مشاہدہ و تجربہ بذات خود نہیں کر سکتی۔ تو انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے ان چیزوں کا علم و یقین اوسکو کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس پر انسانی عقل کے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ جو کچھ انبیاء نے ان چیزوں کے متعلق اوسکو بتایا ہے۔ وہی حق ہے۔ اور مطابق واقع۔

اس سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ تمام دنیا کا معمولی اور قدرتی (یعنی نیچرل) قاعدہ ہے۔ کہ انسان دنیا کی تمام چیزوں کا علم و یقین نہ صرف اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سے حاصل کرتا ہے۔ بلکہ بہت سی چیزوں کا علم و یقین اوسکو دوسرے شخص یا اشخاص سے۔ (جو اُن چیزوں کا مشاہدہ و علم رکھتے ہوں۔ اور اس امر کا وہ اور لوگوں کو علم و یقین دلا چکے ہوں۔) بتانے سے حاصل ہو جاتا ہے مثلاً

(۱) ایک شخص بڑا مشہور حکیم یا ڈاکٹر ہے۔ جسکا ڈاکٹر ہونا فن ڈاکٹری کی کالج سے حاصل کرنے اور کسی مشہور یونیورسٹی سے سند پانے اور رات دن معالجات کرنے اور بہت سا

بقیہ صفحہ ۲۰ کا بیان سے مخالف نہیں ہے۔ (۲) مقام مین (۳) وسیلہ (۴) اتباع کرنا بیان ہوا ہے۔ (۵) نہ کہ مقام میں سے دانا کیلئے دوسرے دانا کو دلیل اتباع سے انکار بیان ہوا ہے۔

لوگوں کے ہیں کے علاج سے شفا پانے سے سلم ہو چکا ہو۔ وہ اگر کہے یہ کہدے کہ تیرے جگر میں پھوڑا ہے۔ اوسکو چیرا جائے گا۔ تو پوچھے گا یا تیری آنکھ کی روشنی بند ہونے والی ہے تو فلاں دوا کو استعمال کرائے گا تو آنکھ بچے گی۔ یہ قول سُنکر اوسکو ڈاکٹر جاننے والے کو یقین ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنا جگر اور اپنی آنکھ اُسکے سامنے رکھ دیتا ہے۔ اور اوسکو اختیار دیتا ہے کہ جو چاہیں چاہے سو کرے۔

اور اس سے پہلے یہ سوال نہیں کرتا کہ اول مجھ کو میرے جگر کا پھوڑا دکھادے۔ اور آنکھ کی روشنی کو بند کرنے والی چیز کا مشاہدہ کرادے۔ تب میں تیری بات کا یقین کرونگا۔

(۲) عدالت کا وکیل (جس کا وکیل ہونا اور قانون میں ماہر ہونا مسلم ہو۔) اگر کسی بے علم ملزم کو یہ کہدے۔ کہ فلاں امر میں تو عدالت میں یہ عذر پیش کر۔ ورنہ تو جیل خانے میں بھیجا جائے گا۔ تو وہ فوراً اوسکی بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ پہلے مجھ کو وہ قانون دکھادے۔ تب میں تیری بات کا یقین کرونگا۔

(۳) جوہری یا صراف جسکا اس فن میں ماہر ہونا مسلم ہو۔ کسی ناواقف موتی یا سونے کے خریدار کو آکر یہ کہدے کہ یہ موتی جھوٹا۔ اور یہ سونا کھوٹا ہے۔ تو وہ فوراً اس بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور خریداری سے رُک جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ مجھکو اسکا جھوٹ اور کھوٹ پہلے مشاہدہ کرادے۔ تب میں تیری بات کو مانونگا۔

(۴) ایک شخص قیمت العمر کا رہنما اور غیر خواہ خلائق جسکی ہمت گوئی و خیر خواہی کا علم اقران و اعوان ہو۔ اگر اپنے بھائی یا دوست کو خبر دے کہ فلاں جنگل یا غار میں شیر بیٹھا ہوا ہے۔ اسطرف نہ جایو۔ تو اوسکو خیر خواہ راست باز جاننے والا ہرگز شک نہیں کرتا۔ اور اوسکی بات کا یقین کر لیتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا پہلے مجھ کو شیر دکھادے تجھے تیری بات کو مانونگا۔

آسکے نظایر دنیا میں کثرت سے پائے جاتے ہیں جنکا شمار دشوار ہے۔ ان نظایر سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اشیاء کا علم و یقین دوسرے کے بیان سے اگر وہ اس کا عالم داہل ہو ثابت ہو جاتا ہے۔ اس بنا پر اور دنیا کے معمولی قاعدہ کی رو سے انسان عقل کو انبیاء کی تعلیمات و بیانات کا جنکو وہ خدا کی ذات و صفات کے متعلق پیش کرتے ہیں علم یقین ہو جاتا ہے۔ گو اُن چیزوں کا اوسکو مشاہدہ نہ ہو۔ مگر اسمیں شرط ہے۔ کہ انسان ان انبیاء کا صادق القول۔ اور آسمانی تعلیم سے فیضیاب ہونا مان لیں اور اُنکے روحانی نائب ہونے کا یقین کرلیں۔ جیسا ڈاکٹروں۔ وکیلوں۔ صرافوں اور بہت بازوں کا ڈاکٹر وکیل۔ وصرافت۔ وراست باز ہونا مان لیتے ہیں۔

لوگوں کو یہ یقین انبیاء کی نسبت حاصل ہونا مشکل یا ناممکن نہیں

ہے۔ بلکہ آسان و جائز بلکہ وقوع بلکہ واقعی امر ہے۔ جو لوگ انبیاء کے پیرو ہیں وہ انکو ایسا ہی جانتے اور مانتے ہیں۔ اور انکی تعلیمات و بیانات کا اونکو ویسا ہی یقین و ایمان حاصل ہوتا ہے۔ جیسا ڈاکٹروں کے بیان سے انکے معتقد بیماروں کو یقین ہوتا ہے۔

اور جو لوگ ہنوز انبیاء کو نہیں مانتے اور نہیں پہچانتے انکے یقین اور پہچان کے آسان سہل الحصول ذریعہ دو وسیلہ ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ حضرات انبیاء کے لائف (حالات زندگی و سوانح عمری) میں غور و انصاف کی نگاہ کریں۔ صرف معتقدین سے نہیں بلکہ مخالفین اور بد خواہ تک نیز اُن لوگوں سے جنکے حالات پہچیں اور سُنیں۔ وہ سچی طلب سے ایسا کرینگے تو ضرور انکے حالات سے وہ یقین حاصل کرینگے۔ کہ حضرات انبیاء اعلےٰ درجہ کے راست باز صادق القول۔ دنیا کے حظوظ نفسانی و شہوات سے مجتنب تھے۔ اور کوئی غرض فاسد

ذرکھتے تھے۔ اور خطا و غلطی سے پاک تھے۔ خاتم الرسلین کے گمشدہ ایسے حالات کا
اس آیات میں ذکر ہے۔ جو بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرا ذریعہ و وسیلہ یہ کہ وہ صاحب انبیاء کی تعلیم کیطرف غور و انصاف
کی نگاہ کریں۔ اور دیکھیں کہ اس تعلیم میں انبیاء علیہم السلام ان جسمانی ڈاکٹروں۔ و
صرافوں اور عام راست بازوں سے بڑھ کر اپنا روحانی طبیب ہونا ثابت کر گئے
ہیں۔ یا نہیں۔ وہ انصاف و غور کی نگاہ سے تعلیمات کو دیکھینگے تو انکو روحانی
طبیب و ایمانی صراف ہونا مان لینگے۔

اے حضرات! انبیاء کی تعلیمات دو قسم ہیں۔ قسم اوّل۔ وہ تعلیمات متعلق تمدن
و معاشرت و اخلاق ہیں جنکو عقل نے اپنی کسوٹی (امتحان) کر لیا۔ اور انکو اپنے
قوانین و فیصلہ کے موافق پایا یا مخالف نہ پایا۔ اور اُنسے بڑھکر تعلیمات تجویز کرنے کا
اپنے اندر حوصلہ نہ پایا۔ ان تعلیمات نے عقل انسانی کو یقین دلایا ہے کہ انبیاء روحانی
طبیب ہیں۔

قسم دوم۔ وہ تعلیمات ہیں جنکو عقل بذات خود پہنچ نہیں سکتی۔ پھر اس قسم کے
دو حصہ ہیں۔ حصہ اوّل وہ تعلیمات ہیں جو ایسے امور غیب سے تعلق رکھتے ہیں
جنکو عقل بذات خود قبل از وقوع نہیں جان سکتی۔ مگر بعد الوقوع جان سکتی ہے اور انکے
انکے صدق کا امتحان کر سکتی ہے۔

یہ حصہ اوّل قسم دوم تعلیمات قسم اوّل سے بڑھکر عقل انسانی کو یقین دلاتا ہے
کہ انبیاء روحانی طبیب ہیں۔ انکی ان باتوں کو بھی مان لینا چاہیئے جنکو عقل کبھی نہ پہنچ سکی
اور انکا امتحان نہ کر سکے۔

حصہ دوم قسم دوم۔ وہ تعلیمات انبیاء ہیں جنکو خدا کی ذات و صفات و
ارادات سے تعلق ہے۔ اور انسانی عقل کا انکی کُنہ و حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے۔

اور انکا امتحان کرنا عقل کی طاقت سے خارج ہے۔

اس حصہ دوم قسم دوم کو بھی عقل اپنے قرار داد و فیصلہ کے برخلاف اور از قسم محالات نہیں جانتے۔ صرف مجہول الکنہ اور نامعلوم الحقیقت قرار دیتی ہے۔ اور اسکے مقابلہ میں کوئی اپنی عمدہ تعلیم پیش نہیں کر سکتے۔ اور یہ بات ظاہر اور مسلم کل عقلاء ہے۔ کہ محال اور مجہول الکنہ میں فرق ہے۔ اول سے عقل کو انکار کا حق ہے۔ دوسرے سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ جس چیز کی حقیقت معلوم نہ ہو اُس سے انکار کرنا ایسا ہے۔ جیسا کوئی احمق اپنے دانا مخاطب کو کہے کہ میں تیری بات کو تو سمجھ نہیں سکتا۔ مگر اسکے جواب دو دیتا ہوں۔ جسکو کوئی عاقل پسند نہ کریگا۔

اسیوجہ سے عقل نے انبیاء کی تعلیمات حصہ دوم قسم دوم کو جو خدا کی ذات و صفات و ارادات کے متعلق ہیں بغیر امتحان اور آزمائش کے مان لیا ہے اور یہ مان لینا اُسکا حق تھا۔

تمثیلات

(جنمیں نبوت عامہ کے علاوہ نبوت خاصہ محمدیہ کا ثبوت پایا جاتا ہے)

صاحبان۔ اب میں اسوقت خاصکر حضرت خاتم الرسالت کے دین اسلام کیطرف سے وکیل ہوکر کھڑا ہوں اور اُن ہی کی نبوت اور انکے دین کی حقانیت ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا میں ان ہی حضرت کی تعلیمات قسم اوّل اور حصہ دوّل قسم دوم کی چند تمثیلات بیان کرونگا۔ ان ہی تمثیلات پر سامعین اور انبیاء علیہم السلام کی اس قسم کی تعلیمات کا قیاس کر سکتے ہیں۔ کیونکہ جملہ انبیاء کی شان واحد ہے اور ان تمثیلات کے حق اور عقل انسانی کے مطابق و موافق ہونے سے انکو یقین حاصل ہو سکتا ہے کہ حصہ دوم قسم دوم تعلیمات انبیاء علیہم السلام (جس کی کُنہ و حقیقت کو

اس جلسہ میں مرزا کی طرف سے مرزا کا وہ شہتا شائع کیا جس میں انہوں نے اپنے مضمون کے خلاف ہونے کی پیشگوئی کی تھی جسکی وجہ عموماً یہ خیال کیجاتی ہے کہ سوالات جلسہ انہی کے معجزہ سوالات تھے اور انکو جو باتیں مدت سے تیار کرکے اپنے خیال میں انکو ٹرفیشن نئی تعلیم نئی اوشنی کیطابق کہکے تھے۔ اسوجہ سے وہ یقین رکھتے تھے کہ نئی خیال کے لوگوں خصوصاً نئی تعلیم یافتوں میں ہی اب پسند ہوگا۔ مضمون کے پڑھے جانیکے بعد بھی وہی حسنا میر مجلس مہتمم اجازت تقریر خاکسار سے کئی دفعہ ملے تو پھر بھی اس امر کے ظہور ہوئے کہ عوام میں مرزا کے مضمون کی سخت مٹی ہوئی ہے۔ مگر میں تو اب بھی آپ ہی کے بیان کو (جو قرآن کا بیان تھا) ترجیح دیتا ہوں اور اعلیٰ درجہ کہتا ہوں۔ و

مگر مرزائی پارٹی نے مرزا کے مضمون کی صفت و ثنا میں شور و غل مچا دیا ہے۔ اور متعدد اخبار و نیز چھپوا دیا کہ مرزا کے مضمون کے برابر کسی دوسرے کا مضمون نہ تھا۔ بلکہ خود سرگروہ پارٹی مرزا جی نے بھی رسالہ انجام آتھم کے ضمیمہ میں اس مضمون کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے۔ اور اپنے بیان کی تائید و شہادت میں ان ہی اخبار و رسالہ کا حوالہ دیا ہے جنمیں انکے اتباع و ضعفائے اون کی تعریف اور دوسروں کی مذمت چھپوائی ہے۔ از آنجملہ ایک اخبار مخبر دکن ہے جس نے نہ صرف اپنی رائے قایم کرنیمیں غلطی کی ہے۔ بلکہ واقعات کے بیان میں دروغ گوئی جائز رکھو۔ لہذا ہم اس "مضمون خطبہ" کو ختم کرنے کے بعد مضمون "مخبر دکن کی جھوٹی مخبری" میں اوس دروغ گوئی کا اظہار کرینگے اور اسی کے مقبولہ و مسلمہ گواہوں کی شہادت سے ثابت کرینگے کہ اسکے بیان میں دروغ گوئی پائی جاتی ہے۔ اس کیطرف سے یا اوسکے نامنگار یا پیرو پر کیطرف سے۔

ایک چیز کے اچھے یا برے ہونے کی نسبت جو رائے اخبار نویس یا عام اہل الرائے قائم کریں وہ محل تعجب و اعتراض نہیں۔ مگر واقعات کی از خود تولید یا اخبار نویس کا منصب نہیں ہے۔ اور نہ اوس کے کارسپانڈنٹ کا ہی ہے۔ جو ایسا کریگا وہ ضرور پکڑا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے منجملہ اول اخبار نویس کے جنہوں نے اس معاملہ میں خلاف صواب کہا ہے۔ صرف مخبر دکن سے تعرض کیا ہے۔

باقی حصہ مضمون کے بیان کیلئے جو مجھے آخری وقت دینے کا سیکرٹری کمیٹی نے وعدہ دیا ہوا تھا وہ بھی مرزائی پارٹی نے دھکے کے ساتھ میں کمیٹی کی باگ تھی، منسوخ کرا دیا۔ اسمدنکا پروگرام شائع ہوا تو اسمیں میرے بیان کیلئے وقت نہ تھا۔ یہ میرا حملہ مرزائی پارٹی کا سمجھ میں ہوا۔ مگر جلسہ بھی خدا کے فضل سے اور اسی

Digitized by Khilafat Library Rabwah.

عقل نہیں پہنچتی نیز حق اور نفس الامر کے مطابق ہوگا۔

پس واضح ہو کہ منجملہ تعلیمات قسم اوّل ایک حکم حُرمت خمر (شراب) ہے۔ جبکہ ہمارے نبی آخر الزماں کا ابی واحق ایسے وقت میں باِلہام و تعلیم الٰہی صادر فرمایا کہ جبوقت ملک عرب تاریکی سے پر تھا۔ نہ علوم عقلیہ فلسفہ وغیرہ کا پتہ تھا۔ نہ کیمسٹری (علم کیمیا) کا نام و نشان نہ طب یونان۔ یا یوروپ کا چرچا۔ ان لوگوں کو کچھ معلوم نہ تھا کہ شراب خانہ خراب میں کیا کیا روحانی جسمانی برائیاں و خرابیاں ہیں ایسے تاریک وقت میں اس سراپا نور نے اس شراب کی نسبت یہ حکم الٰہی پہنچایا اور لوگ

ویسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما (بقرہ ع-۲۷-)

تجھ سے شراب اور جُوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تو کہدے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے۔ اور نفع بھی ہے۔ پھر نفع کی نسبت ان کا گناہ (یعنے نقصان) بہت بڑھ کر ہے۔"

صاحبان! میں شراب کے نفع و نقصانوں کا تفصیلی بیان اور چرا لگا باہم موازنہ کروں تو میرے پاس وقت نہیں۔ لہذا کچھ مختصر لکھتا ہوں کہ اس شراب کے مجوز۔ اور حامی اسکے منافع یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ قلت اور اعتدال سے پی جائے تو دل میں سرور پیدا کرتی ہے۔ اور جسم میں عملی حرارت اور اس سے خون و گوشت پیدا ہو کر بدن فربہ ہو جاتا ہے۔ اور جسم میں طاقت بڑھتی ہے (غیرہ وغیرہ)

اسکے مقابلہ میں بڑے بڑے حکیم ڈاکٹر و تجربہ کار یہ دعوے کرتے ہیں۔ کہ یہ شراب۔ خانہ خراب اصلی حرارت کو کم کر دیتی ہے۔ غذا بدن میں لگ نہیں ہو سکتی کہ اس سے خون اور گوشت پیدا ہو۔ ہاں بدن میں چربی پیدا کرتی ہے۔ جس سے بدن کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔ اور جو اس سے اصلی حرارت پیدا ہونے کا دعویٰ ہے وہ غلط

ہے۔ یہ صرف حرکات دل کو زیادہ کردیتی ہے جس سے آخر دل تھک کر کمزور ہوجاتا ہے۔ گرمی پیدا کرنے میں چاء اس سے بہتر ہے۔ اور کمزور کو طاقت دینے میں دودھ اس سے مفید تر۔ یہ معدہ کو اور جگر کو ضعیف کرتی ہے۔ اس سے اشتہاء اور قوت ہاضمہ کم ہوجاتی ہے۔ ورم جگر اور استسقاء یرقان وغیرہ امراض پیدا کرتی ہے۔ یہ دل کے اندر پہنچ جائے تو فوراً ہلاکت کی موجب ہوجاتی ہے۔ دماغ و اعصاب کو ضعف و کمزور کردیتی ہے جس سے رعشہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ بدن بالکل بیکار ہوجاتا ہے۔

روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر خاتم الرسل وسید البشر نے ان سب منافع و مضار کا موازنہ کرنے میں طبی اور طبعی بحث سے کام نہیں لیا۔ اور نہ ہی اس قسم کی ابحاث بنی کا منصب ہے۔ بلکہ بجائے اس بحث کے مختصر الفاظ سے یہ فرمایا کہ اسکے نفع سے اسکے نقصانات بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ جسپر روشن دلیل حسی کے اختلاف کا محل نہ ہوسکے یہ کہ اسکے جملہ وہمی وخیالی یا واقعی منافع کے مقابلہ میں ایک نقصان زوال عقل ایسا ہے کہ وہ سب منافع کو لمیامیٹ کردیتا ہے۔ انسان عقل ہی سے انسان ہے۔ جب انسان کی عقل قائم نہیں رہتی تو وہ کسی نافع چیز کا نفع نہیں اوٹھا سکتا۔ اور شراب کو کمی اور اعتدال سے پینا نہ ہر ایک سے ہوتا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ بہت لوگ شراب پیتے پیتے نشہ میں آجاتے ہیں۔ اور جب نشہ میں آتے ہیں تو پھر وہ اس حد قلت واعتدال سے (جو بقول مجوزین ان خیالی یا واقعی منافع کی شرط و مدار ہے) باہر ہوجاتے ہیں۔ تو ان میں سردی کی بیکہ بیہوشی اور ازخود رفتگی پیدا ہوتی ہے۔ نیا خون اور گوشت پیدا ہونے کی جگہ اگر اسکو فرض اور تسلیم ہی کرلیا جائے پہلا اور موجود گوشت و بدن ہی معرض نقصان و ہلاکت میں پڑجاتا ہے۔ کسی کا چھت یا دیوار سے گر کے سر پھوٹ جاتا ہے۔

کسی کا ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتا ہے۔ کوئی ناگہانی موت کے صدمہ سے ہلاک ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ القیاس۔

یہ اسکے جسمانی نقصان ہیں۔ رہے اخلاق اور روحانی نقصان سو جسمانی نقصانوں سے بڑھ کر ہیں۔ بے ہوشی میں انسان ہر قسم کے گناہ قتل ناحق زنا۔ وغیرہ جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔ سرکاری رپورٹیں انگلستان وغیرہ مغربی بلاد کے جہاں شراب کی کثرت ہے۔ ملاحظہ کرو تو اسکی کیفیت معلوم ہو۔

انگلستان میں ۱۸۸۹ء میں بیس لاکھ آدمی بیہوشی کے جرم میں گرفتار ہوئے اکثر لوگ شراب کے نشہ میں خودکشی کے مرتکب ہوئے۔ لنڈن میں فی لاکھ ۸۷ جرمنی میں ۱۷۰۔ فرانس میں ۴۰۲۔ روس میں ۲۰۶۔ اس نشہ کے سبب خودکشی کے مرتکب ہوئے۔

امریکہ میں منجملہ ۱۰۔۹ مجرم ایسے نکلتے ہیں۔ جو صرف نشہ کے سبب مرتکب جرم ہوتے ہیں۔ اور منجملہ ۱۱۔ قاتلوں کے ۱۰ ایسے نکلتے ہیں جو شراب کے نشہ میں قتل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک چیف جسٹس انگلستان کا قول ہے۔ کہ اگر شراب نوشی حکماً مسدود کر دیوے تو انگلستان میں دس جیلخانوں میں سے نو کو توڑ کر ایک جیلخانہ رکھنا کافی ہے۔

یہ اسکے وہ اخلاقی نقصان ہیں جسکو تمدن اور مخلوقات سے تعلق ہے۔ اب اسکا وہ روحانی نقصان جسکو خالق سے تعلق ہے سنو۔ جب انسان شراب پی کر بیہوش ہو جاتا ہے تو خدا کی یاد اور عبادت سے (جو اسکی پیدائش کا اصلی مقصود ہے) غافل ہو جاتا ہے۔ اور اگر بسبب عادت نشہ کی بیہوشی میں خدا کو یاد کرنا چاہتا ہے۔ تو یہ نہیں جانتا کہ اسکے منہ سے کیا نکلتا ہے۔ خدا کی تعریف

یا اوس کی ندمت۔ اس روحانیت کے فوت ہونے سے اسکی انسانیت ہی جاتی رہی۔ وہ انسان کہاں رہا جس نے اپنے محسن خدا کو بھلا دیا۔ یا تعریف کی جگہ اسکو مذمت سے یاد کیا۔

ان جسمانی اور اخلاقی اور روحانی نقصانوں کی نظر سے اس روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر نے پہلی بار سابق الذکر حکم کہ "اس شراب کے نقصان اسکے منافع سے بڑھ کر ہیں"۔ فرمایا جس سے اوّل درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں نے اُسکے منافع ومضائین ہوازنہ کرکے یہ سمجھ لیا۔ کہ خدا تعالےٰ شراب نوشی کو پسند نہیں کرتا۔ اور وہ اپنے بندوں کے نقصان کی نظر سے اس فعل سے خوش نہیں ہے۔ اور اس شراب کو (جو بسبب عادت نہ بحکم شریعت وہ پیتے تھے) اُنہوں نے چھوڑ دیا۔ اور جب اس حکم کے حامی اور اس شراب کے مخالف اعلےٰ درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں کی ایک پارٹی پیدا ہوگئی تو اس روحانی حکیم اور ایمانی ڈاکٹر نے بارہ وم اوسط درجہ کے عقلمندوں کی فہمائش کے لئے اس متوسط عنوان سے یہ حکم صادر فرمایا

یا یھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری۔ حتی تعلموا ما تقولون۔ (نساء رع ۔۔)

کہ اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے نزدیک نہ جاؤ۔ جب تک تم جان نہ لو کہ کیا کہتے ہو جسمیں شراب کا روحانی نقصان بیان کیا ہے۔ اور یہ فرمایا کہ یہ شراب ہم کو ہماری یاد اور تعریف سے مانع ہے۔ جب تم شراب پی کر نماز پڑھو گے تو نہ جانوگے کہ تم ہماری تعریف کر رہے ہو یا مذمت۔ اس سے اوسط درجہ کے عقلمندوں۔ اور روحانیوں نے بھی سمجھ لیا۔ کہ یہ شراب تو بہت بُری چیز ہے۔ اور یہ بھی کہ خدا کے دربار کے حضور سے (جو پانچ وقت تو لازمی ہے۔ اور علاوہ برآں دوسرے وقتوں میں اختیاری) روکنے والی چیز ہے۔ خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا ایسا ہے جیسا یہ فرمانا کہ تم

ہمارے دربار میں آنا چاہتے ہو تو شراب پینا چھوڑ دو۔ جو شراب پیئے گا وہ لائق حاضری دربار نہ ہوگا۔ یہ سمجھ کر اُنہوں نے بھی شراب پینا چھوڑ دیا۔

اور جب دو پارٹیاں اعلےٰ اور اوسط کے درجہ کے عقلمندوں اور روحانیوں کے اس حکم ممانعت کے حامی اور اس شراب کے مخالف پیدا ہوگئیں۔ تو اس روحانی ڈاکٹر اور ایمانی حکیم نے بارسوم تیسرے اور ادنے درجہ کے لوگوں کے لئے سختی۔ اور تیزی کا متضمن حکم صادر کیا۔ اور صاف فرمایا۔ کہ اے ایمان والو شراب

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون (مائدہ۔ ع۔۱۲)

جوا۔ تھان۔ اور پانسے۔ ناپاک ہیں شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے۔ کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں باہم دشمنی اور کینہ ڈالدے اور تم کو خدا کی یاد سے روک دے (اب تو) تم اس سے باز آؤ گے؟

اس حکم سے تیسری پارٹی کے بھی چھکے چھوٹ گئے۔ اور اس کے منہار ان کی سمجھ میں بھی آگئے۔ اور سب کے سب اس حکم ممانعت کے حامی بن گئے۔

حضرات۔ اکثر قوموں اور ملکوں میں لوگوں کے دماغی اصلاح و رفاہ مدنظر ہوتی ہے۔) **تین طبقات** ہوتے ہیں اعلےٰ۔ اوسط۔ ادنے۔ حکیم روحانی اور رسول سبحانی نے اس عظیم الشان حکم ممانعت شراب میں جسکا عرب اور تمام دنیا سے اٹھانا بڑا مشکل امر تھا۔ ان تینوں طبقات کے لحاظ سے۔ تین دفعہ۔ اوّل نرمی سے۔ پھر اوسط درجہ کی تنبیہ سے پھر سختی سے کام لیا۔ اور

اس میں تمام دنیا کے ریفارمروں سے بڑھ کر کامیابی کا حصہ لیا۔

اس کامیابی کے لئے ایک حکیمانہ و مصلحانہ پالیسی (مصلحت) آپ نے یہ اختیار فرمائی کہ اس شراب کی مقدار قلیل و کثیر سب کو یکساں حرام کر دیا۔ حتے کہ بطور دوا بھی اسکے استعمال کرنے کو حرام کر دیا۔ تب ہی یہ درجہ کامیابی آپ کو حاصل ہوا۔

قرآن کی آیات ثلثہ مذکورہ بالا میں اطلاق اور عموم لفظ خمر سے اسکی مقدار قلیل و کثیر کو حرام فرمایا۔ اور قرآن کی شرح حدیث میں جو مسلمانوں کے نزدیک وحی خفی و وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ اور وہ واجب العمل ہونے میں قرآن کی مانند ہے۔ صاف تصریح سے فرمادیا کہ جس شراب کا قدر کثیر نشہ پیدا کرے اوس کا قدر قلیل بھی حرام ہے۔

اور ایک شخص طارق بن سوید نے دوا کے لئے شراب بنانا چاہا۔ تو اسکو بھی آپ نے منع کیا۔ اور آپ نے صاف فرمایا کہ یہ دوا نہیں بلکہ بذات خود داء یعنے مرض ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۳۰۱)

عن وائل الحضرمی ان طارق بن سوید الجعفی سئل النبی عن الخمر فنہاہ او کرہ ان یصنعہا فقال انما اصنعہا للدواء فقال انہ لیس بدواء ولکنہ داء (رواہ مسلم ص۱۷۳ ج۲)

اسی حکیمانہ پالیسی کی برکت ہے۔ کہ جسقدر شراب سے مذہب اسلام میں ممانعت اور روک ہے۔ دنیا کے اور کسی مذہب میں نہیں ہے۔ اور بہت مسلمان اس سے بچتے ہیں دنیا کے کسی مذہب کے لوگ اس سے نہیں بچتے۔

آپ کا اس شراب کی نسبت یہ فرمانا کہ یہ بذات خود بیماری ہے

دوا نہیں ہے۔ یہ سراور فلسفی رکھتا ہے۔ کہ دنیا میں دوا ایسی کوئی نہیں جسکا بدل دوسری دوا اور نہ ہو۔ پھر اگر باوجود میسر ہونے اسکے بدل کی دوا کے طور پر اسکی اجازت دیجائے گی تو اس سے لوگ نے الجملہ اباحت اور مطلق اجازت نکالکر اسکو عموماً استعمال کرینگے۔ اور ان سب روحانی واخلاقی امراض میں مبتلا ہوجائینگے جن کی نظر سے یہ حرام کی گئی ہے۔

یہی سراور فلسفی اسکے مقدار قلیل کے حرام ہونے کی ہے۔ اگر اسکی ایک قطرہ کی اجازت دیجاتی تو اس سے نے الجملہ اباحت اور مطلق اجازت نکال کر یہ حلق مباح سمجھی جاتی۔ ؎ بہ یتیم بچینہ چہ سلطان ظلم روادارد ۔ زند لشکر بانیش کہ ارمغ بسیخ ۔

چیف جسٹس سابق الذکر یا اور دنیا کے عقلمند جس ممانعت عام شراب کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ اسلام ہی کے اس حکم سے ہوئی۔ اور ہوسکتی ہے۔ کسی اور مذہب کے حکم سے۔ اور اسوقت جو یورپ وغیرہ میں شراب کی ممانعت و انسداد کے لئے ٹمپرنس سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں۔ وہ بھی اسلام ہی کی تعلیم مذکور کا اثر و فیض و برکت ہے۔ اور جو بہ نسبت سابق اب یوروپ میں شراب کی کمی ہوگئی ہے۔ یہ بھی اسی اسلام کی برکت ہے۔ اگر یوروپ والے ریفارمر اس حکم اسلام کی پوری تقلید اختیار کریں۔ اور اس ام الخبائث کی قدر کثیر و قلیل و ممنوع قرار دیں۔ اور دوا کے طور پر بھی اسکا استعمال کرنا ناجائز سمجھیں۔ تو پھر دیکھ لیں کہ وہ اس تعلیم محمدی سے کیا نفع اوٹھاتے ہیں۔

یوروپ اور خاصکر انگلینڈ لیورپول وغیرہ میں جو اسوقت اسلام کا ستارہ چمک رہا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند ہے۔ یہی یہ بھی اس تعلیم محمدی کی برکات و آثار سے ہے۔ لورپول کے شیخ الاسلام عبداللہ کو لیم کو پہلے پہلے میلان اسلام کی طرف منسوب ہے۔ کہ وہ ٹمپرنس سوسائٹی

کے ممبر اور السنداد و ممانعت شراب کے حامی تھے۔ اُنہوں نے اسلام میں اس شراب کی ممانعت کا حکم ایسا پایا۔ کہ کسی دوسرے مذہب میں ایسا نہ پایا جس سے انکے دل میں اسلام کی عظمت نے گھر بنا لیا۔ پھر اور اسباب ہدائت و محبت اسلام نے انکے دلیں اسلام کو جما دیا۔

اس امر کی دلیل کہ جیسے اسلام میں شراب کی ممانعت ہے کسی اور مذہب میں نہیں ہے محتاج بیان نہیں ہے۔ تاہم ناواقف لوگوں کی آگاہی کے لئے بیان کیا جاتا ہے۔ مگر تورات میں شراب اور شرابیوں کی ممانعت اور مذمت کہیں مطلق اور کہیں بقید قدرنشہ آور اور قید محل دخول (بیت المقدس) وارد ہے۔ مگر ساتھ ہی اسکے بعض انبیاء علیہم السلام حضرت نوح و حضرت لوط کا شراب پینا بھی اسمیں مذکور ہے (دیکھو پیدائش ۹/۲۲،۲۱ اور پیدائش ۱۹/۳۳ وغیرہ) جس نے اس ممانعت و مذمت کی عظمت اور جلالت کو کم کر دیا ہے۔ بلکہ کان لم یکن بنا دیا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ عہد جدید میں اسکی ممانعت پر زور نہیں دیا گیا۔

انجیل میں تو شراب کی ممانعت صاف طور پر کہیں نہیں آئی۔ بلکہ برعکس اسکے انجیلی مسیح کا دعوت قانائی جلیل میں معجزہ سے شراب بنا دینا پایا جاتا ہے۔ ہاں انجیل کے حواشی پولوس کے خطوط اوّل قرنتی اور نامہ طیطس کے اور نامہ طیطاؤس وغیرہ میں شرابی کی مذمت وارد ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے پولوس مسیح کی یہ تعلیم ہے کہ "باہر سے انسان کے پیٹ میں جانے والی کوئی چیز انسان کو ناپاک[1] نہیں کرتی"۔ اور پاکوں کے لئے سب کچھ پاک[2] ہے جو اس مذمت کے

---

[1] صفحہ ۱۱۴ نمبر ۷ جلد ۱۷۔ اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔

[2] صفحہ ۲۱۱ نمبر ۷ جلد ۱۷۔ اشاعۃ السنہ ملاحظہ ہو۔

[3] نامہ طیطس باب اوّل آیت ۱۵۔ ملاحظہ ہو۔

شان کو ہلکا کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی مذہب میں اس حکم خطوط پولوس کی تعمیل نہیں ہوئی۔ مقدس پادریوں میں بھی اس شراب کی روک نہیں۔ چہ جائے عوام الناس اور نہیں تو اُنکے مذہبی شعار عشاء ربانی میں تو شراب ضرور چکھ لی جاتی ہے۔

ہندوؤں اور بدھ کے مذہب میں بھی شراب کی ممانعت ہے۔ مگر نہ اس شد و مد سے اور نہ اس تفصیل و توسیع سے کہ اسکا قدر قلیل بھی حرام۔ دوا کے لئے بھی وہ ناجائز اور اسکے متعلق دس آدمی مورد لعنت ہوتے ہیں۔ بنانے والا۔ بیچنے والا۔ پینے والا۔ پلانے والا۔ اٹھا کر لے جانے والا۔ وغیرہ وغیرہ۔

الغرض یہ ممانعت خمر اس توسیع و تعمیم کے ساتھ ایسا حکم ہے کہ اوسکو اسلام ہی کے برکات خاصہ سے شمار کرنا انصاف ہے۔ اور یہ حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر بڑی قوی اور روشن دلیل ہے۔

ازانجملہ حکم حرمت خنزیر ہے۔ یہ حکم بھی اوس روحانی حکیم نے اس تاریکی کے وقت میں بالہام الٰہی صادر فرمایا۔ جب کہ اس موذی اور بے غیرت جانور کے گوشت کی جسم انسان اور اخلاق میں بد اثر پیدا کرنے والی برائیاں اہل عرب تو کیا خود یہود تک پر مخفی نہیں۔ دیگر بلاد کے لوگوں پر مخفی نہیں۔

صدہا اس حکم سے ایک ہزار سے زائد عرصہ کے بعد یورپ کے ڈاکٹروں کی تحقیق و تفتیش سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اس جانور کا گوشت انسانی جسم کی صحت کے لئے مضر ہے۔ اسکی ایکسرے میں کئی ہزار کیڑے ہوتا ہے۔ جو خوردبینوں سے مشاہدہ میں آتا ہے

لہ ایک حدیث میں ہے لعن رسول اللہ فی الخمر عشرۃ عاصرھا ومعتصرھا وشاربھا وحاملھا والمحمولۃ الیہ وساقیھا وبائعھا وآکل ثمنھا والمشتری لھا (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۲۴۶) ترجمہ آنحضرت نے شراب کے متعلق دس آدمیوں کو لعنت کی ہے انگور نچوڑنے والا۔ نکلوانیوالا۔ پینے والا۔ اٹھا کر لیجانیوالا جسکی طرف اٹھا کر لیجاویں۔ پلانے والا۔ بیچنے والا۔ اسکا دام کھانے والا خریدنے والا۔ جسکے واسطے خرید کریں۔

ملہ جزو ۲۱ نمبر ۲ جلد ۱۰ شاعت اسٹیم لاہور

آبی نظر سے یورپ میں ہجار ہر ایک مکان کے متعلق اس خبیث جانور کے لئے ایک تہائی جگہ رکھی جاتی ہے۔ اب تشریح کا کھانا بھی پہلے کی نسبت کم ہوگیا ہے جیسا کہ شراب کا پینا۔

اور ڈاکٹروں پر اسکا جسمانی نقصان ظاہر ہوا ہے۔ اور اسکے روحانی نقصان یہ ہیں کہ یہ جانور ایک درندہ موذی ہے۔ اور نجاسات کھانے اور نجاسات میں آلودہ رہنے والا۔ اور منجملہ عام زحیوانات کے ایک یہی ہے جو بے غیرت ہے۔ اور حیوانات اپنے مطلوب مادہ پر دوسرے حیوانات کا مقابلہ اور غیرت کرتے ہیں۔ اس غیرت سے خالی ہے تو صرف یہی ایک حیوان ہے۔

اور یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان جیسی غذا کھاتا ہے ویسا ہی اثر اسکے طبیعت اور اخلاق پر پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اس جانور کا گوشت کھانے کے عادی ہیں انہیں وہ غیرت نہیں ہوتی۔ جو اسکے گوشت سے پرہیز کرنے والوں میں ہوتی ہے۔ انہیں جسقدر زیادہ اسکا گوشت کھانے کے عادی ہیں اوسیقدر اور زیادہ تر بے غیرت ہوتے ہیں۔ ایک کی جورو کو دوسرا ہاتھ میں ہاتھ ڈالکر خلوت میں لیجاسکتا ہے وہ غیرت نہیں کرتا۔

ان جسمانی اور اخلاقی کے اثر کی نظر سے اوس روحانی حکیم نے اس خبیث جانور کو حرام کیا۔ اور اوسکی نسبت یہ حکم آسمانی بھیجا۔ تو کہدے میں اس وحی (متلو) میں جو میرے ظرف ہوئی ہے کسی کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ بجز اسکے کہ مردار ہو (جو ذبح کے بغیر مرجائے) یا خون بہتا ہو یا خنزیر کیونکہ یہ نجس ہے۔

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الا ان یکون میتة او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانه رجس (انعام - ع - ۱۸)

جواب سوالات جلسہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ **امّا بعد صاحبان!**

قبل از بیان مقصود دو امر کی تمہید ضروری ہے۔

(۱) یہ جلسہ چونکہ "جلسۂ عظیم" کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ اور اس جلسہ کی جو غرض حاضر اربعہ بیان ہوئی ہیں (۱) مذہب کے واسطے عوام میں دلچسپی پیدا کرنا۔ (۲) مذہب کے حاصل کرنے کے واسطے سہل اور عملی طریقے پیدا کرنا۔ (۳) مذہبی معاملات میں قبل پیدا کرنا۔ (۴) جسمانی اخلاقی اور روحانی ترقی کے وسائل پیدا کرنا۔ ان سب کا رجوع مذہب ہی کی طرف ہے۔ اور جن سوالات کے جوابات اسوقت جلسہ کو مطلوب ہیں۔ ان سب کا رجوع بھی مذہب ہی کیطرف ہے۔ لہذا مناسب ہے کہ قبل از جواب سوالات مذہب کے مبنے و معاد کی تشریح کی جائے۔ تاکہ حاضرین و سامعین کو معلوم ہو کہ اغراض جلسہ اور اسکے سوالات اور جوابات مجیب میں کس مبنے کی رو سے مذہب پیش نظر ہے۔

پس واضح ہو کہ دنیا میں کوئی فرد بشر جو عقل و شائستگی کا مدعی ہے۔ مذہب سے خالی نہیں ہے۔ جو لوگ دنیا میں لامذہب یا فری تھنکر (آزاد منش) کہلاتے ہیں

ہرچند خنزیر کی حرمت عہد عتیق کی کتاب احبار ۱۱/۷ وغیرہ میں ہو چکی تھی۔ مگر عہد جدید میں وہ حرمت مشتبہ البتہ ہو کر گویا منسوخ ہو گئی تھی۔ انجیل اسکی حرمت کی تسلیم و تقریر سے ساکت رہی۔ بلکہ اس عام اصول کہ "جو چیز منہ میں جاتی ہے آدمی کو ناپاک نہیں کرتی"۔ (متی ۱۵/۱۱ وغیرہ) اور اس حکم ناسخ الشریعت سے کہ "شریعت یوحنا تک تھی" (لوقا ۱۶/۱۶) اسکی اباحت و اجازت کی طرف مشعر ہوئی اور اسکے حواشی نامہ ائے پولوس نے اس توسیع و تعمیم کے ساتھ کہ "پاک لوگوں کے لئے سب کچھ پاک ہے۔ پر ناپاکوں اور بے ایمانوں کے لئے کچھ پاک نہیں"۔ (طیطس ۱/۱۵) اس خنزیر کو حلال اور مباح ٹھہرایا۔ اور پاک قرار دیا۔ اور اس حکم توریت کے ساتھ اور احکام شریعت توریت کو بھی منسوخ کر دیا۔ (عبرانی ۷/۱۸، ۹/۱۰، کلسی ۲/۱۴) تو وہ حکم توریت مشتبہ یا منسوخ سمجھا گیا۔ اور یہ خبیث جانور عیسائیوں میں ایسا حلال و طیب قرار پایا جیسے گائے بکری۔ تو آنحضرت خاتم الرسل اور اونکی آسمانی کتاب (قرآن) نے (جو پہلی کتابوں پر رقیب اور مہیمن ہونے کا منصب رکھتی ہے) اس حکم حرمت کے بیان کا اہتمام کیا۔ اور متعدد مقامات میں اسکی حرمت کو ظاہر فرمایا۔ جسکو اب بہت عیسائیوں نے بھی مان لیا ہے اور اس خبیث جانور کے جسمانی نقصان کا تجربہ و مشاہدہ کر کے اسکی ممانعت میں کوشش کر رہے ہیں۔

از انجملہ حکم حرمت زنا ہے۔ یہ حکم بھی اس روحانی حکیم اور رحمانی طبیب نے اس وقت میں بالہام الٰہی فرمایا۔ جسوقت ملک عرب میں زنا کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ شہوت پرست لوگ اپنے باپ کی منکوحہ (ماں) کو بھی نہ چھوڑتے تھے۔ اور اسکو اپنے باپ کی جائداد سمجھ کر اپنے کام میں لاتے تھے۔

اور دوسرے ملکوں میں بھی زنا کی کثرت تھی۔ اور اس سے روکنے والی کوئی تدبیر کسی کے پاس نہ تھی۔ ایسے وقت میں اس روحانی حکیم نے حکم آسمانی بھیجا یا۔

لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا (بنی اسرائیل۔ ع ۴۔)

زنا کے نزدیک نہ جاؤ یعنے اوسکے اسباب اور وسائل سے بھی اپنے آپ کو بچاؤ۔ یہ زنا بڑی بے حیائی اور بُری راہ ہے۔ (جس سے تمدن اور اخلاق اور روحانیت سب کو صدمہ پہنچتا ہے۔)

پھر اس حکم کی تفسیر اور ان اسباب و وسائل کی تفصیل میں فرمایا۔

(۱) قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآءھن او اٰبآء بعولتھن او ابنآءھن او ابنآء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او نسآءھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل	(۱) مومنوں کو کہدے کہ اپنی آنکھوں کو (اجنبی عورتوں کی نگاہ کرنے سے) بند رکھیں اور (اس ذریعہ سے) اپنی شرمگاہوں کو بچاویں۔ یہ امر ان کی پاکیزگی (کا وسیلہ ہے) خدا کو خبر ہے جو وہ کرتے ہیں۔ (اجنبی عورتوں کو دیکھتے ہیں خواہ اور وسائل زنا میں مبتلا ہیں۔) اور مومنہ عورتوں کو بھی کہدے کہ وہ اپنی آنکھوں کو (اجنبی مردوں کی طرف نگاہ کرنے سے بند رکھیں۔ اور (اس ذریعہ سے) اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔ اور زینت (کا لباس یا محل) کھلا نہ رکھیں۔ مگر جو (بمجبوری) کھلا رہے (جیسے اوپر کی چادر یا برقعہ وغیرہ یا

الذین لم یظهروا علی عورات النساء
ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما
یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله
جمیعا ایه المؤمنون لعلکم
تفلحون (نور ع ۴)

کلام کرنے کے وقت منہ۔ یا چلنے کے
وقت پاؤں۔ اور وہ اپنی اوڑھنیاں
دوسرے اپنے گریبانوں تک لمبے کھینچ
اور اپنی زینت (کا لباس) غیر خاوند
یا اپنے باپوں یا اُنکے باپوں یا اپنے

بیٹوں یا اُنکے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اُنکے بھتیجوں کے یا اپنی دلت کی ہوئی
کے یا اپنے خریدوں کے یا اون نوکر مرد وں کے جو عورتوں کی حاجت
نہیں رکھتے۔ یا ان بچوں کے جو ہنوز عورتوں کے مخل شرم اور اُنکی خاص
اطلاع نہیں رکھتے۔ اپنی چلنے پھرنے میں زور زور سے پاؤں مارنا کہ جس سے
لگے پاؤں کی چھپی زینت (خلخال وغیرہ) ظاہر ہو۔

(۳) یا نساء النبی لستن کاحد
من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن
بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض
وقلن قولا معروفا۔ وقرن فی
بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة
الاولی (احزاب ع ۴)

(۳) اے پیغمبر کی بیویاں تم عام
ناوان عورتوں کی سی نہیں ہو۔ تم اگر
سے ڈرنے والی ہو تو (اجنبی مرد سے)
لچک اور چپا کی بات نہ کرو۔ اس سے
یا دل اُلٹے ہو جائیں گے۔ دستور کے
موافق بات کیا کرو۔ اور گھروں میں
ٹھہری رہو۔ اگلے زمانہ والوں کی طرح بناؤ (اجنبی مردوں کو دکھانا)

(۴) یا ایها النبی قل لازواجک
وبناتک ونساء المؤمنین یدنین
علیهن من جلابیبهن ذلک ادنی
ان یعرفن فلا یؤذین (احزاب ع ۶)

(۴) اے نبی اپنی بیبیوں اور بیٹیوں
اور مسلمانوں کی عورتوں کو کہدو کہ اپنے
اوپر چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے وہ
پہچانی جائیں گی (کہ وہ بڑے گھر میں

اور فیشن ایبل، اداؤں کو بے حرمتی کی تکلیف نہ ہوگی۔

(۴) والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ (نور ع ۔)

(۴) اور جو بڑھیا عورتیں (خاص ڈیوٹی) سے ہٹ بیٹھی ہوں اور وہ نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں۔ اُنپر گناہ نہیں ہے کہ وہ اوپر والی چادر اُتاریں

وہ (بھی) زینت کا کل (لباس زیور وغیرہ) ظاہر نہ کریں (کیونکہ بن ٹھن کر زینت و خدا سے بوڑھیا بھی جوان معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ شدت کے جراثیموں محل ثمر ہو جاتی ہے۔)

اس تفصیل سے بڑھکر ان اسباب و وسایل کی تفصیل اس روحانی حکیم اور ایمانی طبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے جو وحی خفی اور وحی غیر متلو کہلاتی ہے۔ اور وہ بھی بالہام الٰہی فرمائی گئی ہے۔

(۱) عن ابی بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی ولیست لک الآخرۃ (احمد ۔ ابی)

(۱) ایک حدیث میں سید المحفوظین امام الائمۃ الطاہرین علی مرتضی کو آپ نے فرمایا ہے۔ اے علی ایک نظر کے بعد (اتفاقاً کسی عورت پر پڑ جائے) دوسری نظر (قصد و ارادہ سے) نہ کر کیونکہ پہلی تو (اتفاقی ہونے کی وجہ سے) تیری ہو چکی دوسری تیرا حق نہیں۔

(۲) کان فضل بن عباس ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرأۃ من خثعم فجعل الفضل ینظر الیھا وتنظر الیہ وجعل

(۲) ایک حدیث میں ہے کہ آپنے اپنے اہلبیت کو ایک اور کرفضل بن عباس کو ایک جوان عورت کیطرف نگاہ کرتے دیکھا۔ تو آپ نے ہاتھ سے

ہ احادیث شکوۃ میں صفحہ ۲۶۰ سے ۲۶۲ تک ملاحظہ ہیں

النبی یصرف وجہہ الفضل إلی الشق الآخر الحدیث (بخاری ص۲۰۵ وغیرہ)

انکا منہ اس طرف سے پھیر کر دوسری طرف کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے جوان مرد کو جوان عورت کی طرف نظر کرتے دیکھا تو مجھے شیطان کے فتنہ کا خوف پیدا ہوا۔

(۳) عن ام سلمۃ انھا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعیا وان انتما الستما تبصرانہ (احمد وترمذی وابوداؤد)

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے ازواج مطہرات ام سلمہ اور میمونہ سے کو ایک نابینا (ابن ام مکتوم) سے پردہ نہ کرنے اور یہ عذر کرنے پر کہ وہ اندھا ہے یہ فرمایا کہ کیا تم بھی اندھیاں ہو کیا تم اسکو نہیں دیکھتیں۔؟

(۴) عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبیتن رجل عند امرأۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم (مسلم)

(۴) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی مرد کسی عورت کے پاس (تنہائی میں) شب باش نہ ہو۔ بجز اس کے کہ وہ اسکا شوہر ہو یا ذی رحم جو اس پر حرام کیا گیا ہو۔ (جیسے بھائی وغیرہ)

(۵) عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تلجوا علی المغیبات فان الشیطان یجری منکم مجری الدم (ترمذی)

(۵) ایک حدیث میں ہے ان عورتوں کے گھر میں داخل نہ ہو جنکے خاوند گھر میں نہ ہو کیونکہ شیطان تم میں ایسا چلتا ہے جیسے بدن میں خون۔

(۶) عن عقبہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والدخول علی المغیبات

(۶) ایک اور حدیث میں ہے (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔ کسی نے

فقال رجل یارسول اللہ ارأیت الحمو قال الحمو الموت ۔
(بخاری و مسلم)

عرض کیا کہ دیور کا حکم (بھاوج کے پاس جانے کی بابت) فرمائیے آپ نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے (یعنے اسکو تو بھاوج کے ساتھ خلوت کرنا ہلاکت ایمان و اخلاق کا موجب ہے۔ کیونکہ بھاوجوں اور سالیوں سے ناواقفی کی وجہ سے اکثر لوگ بڑی آفت اور فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں)

(۷) عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یخلون رجل بامرأۃ الا کان ثالثھما الشیطان (ترمذی)

(۷) ایک حدیث میں ہے کوئی مرد کسی (اجنبی) عورت سے خلوت میں نہیں ہوتا۔ مگر ان تین یہ شیطان ہوتا ہے۔

(۸) عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباشر المرأۃ المرأۃ فتنعتھا لزوجھا کانہ ینظر الیھا ۔
(بخاری و مسلم)

(۸) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی عورت دوسری عورت کے سامنے اپنا تمام جسم نہ کھولے وہ اسکا حال اپنے خاوند سے بیان کرے گی۔ تو وہ سنکر گویا اسکو دیکھتا ہوگا۔

(۹) لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی ثوب واحد (مسلم)

(۹) ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے محل ستر کو نہ دیکھے اور ایک عورت دوسری عورت کی ستر گاہ کو نہ دیکھے۔ اور نہ وہ ننگے بدن کپڑے میں سوویں۔

(۱۰) عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان عندھا فی البیت

(۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص ہیت نام مخنث ام سلمہ کے بھائی

فحدثت فقال لعبد الله بن أبي أمية
اعي أم سلمة يا عبد الله ان فتح الله
عليكم غدا الطائف فاني ادلك
على ابنة غيلان فانها تقبل بأربع
وتدبر بثمان فقال النبي صلى الله
عليه وسلم لا يدخلن هؤلاء عليكم
(بخاری و مسلم)

عبداللہ سے کہہ رہا تھا کہ کل کو طائف
فتح ہوگا۔ تو میں تجھے ایک عورت غیلان
کی بیٹی کا پتہ بتاؤنگا۔ جس کے پیٹ کے
چار بل آگے سے نظر آتے ہیں۔ اور
آٹھ (دونو جانب کے) پیچھے سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا کہ ایسے
لوگ تمہارے گھر میں داخل
نہ ہوا کریں۔

(۱۱) عن النبي صلى الله عليه وسلم
ما من مسلم ينظر الى محاسن امرأة
اول امرة ثم يغض بصره الا احدث
الله له عبادة يجد حلاوتها (احمد)

(۱۱) ایک حدیث میں ہے۔ کہ جس مرد
مسلمان کی کسی عورت کی خوبصورتی
پر ایک دفعہ نظر جا پڑے پھر وہ اسکو
بند کرلے یا پھیر لے تو خدا اسکے بدلے
ایسی عبادت عطا فرمائے گا جس سے وہ حلاوت پائیگا۔

(۱۲) قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم قال لعن الله الناظر والمنظور
اليه (بيهقي)

(۱۲) ایک حدیث میں ہے۔ جو مرد
کسی اجنبی عورت کو دیکھے (یعنے اسکے
حسن و جمال سے نظر کو نہ بچاوے) یا
کوئی عورت اجنبی مرد کو اپنا آپ دکھلائے تو ان دونو پر لعنت پڑتی ہے۔

(۱۳) قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافر
امرأة الا ومعها محرم۔ (بخاری و مسلم)

(۱۳) ایک حدیث میں ہے۔ کوئی مرد
کسی (اجنبی) عورت سے خلوت کرے
اور نہ کوئی عورت جائے (رفاقت) اپنے
محرم (مرد) کے سفر کرے۔

(۴) العینان زناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زناہ الکلام والید زناها البطش والرجل زناها الخطی والقلب یهوی ویتمنی والفرج یصدق ذالک ویکذبه (مسلم)

(۴) ایک حدیث میں ہے آنکھوں کا زنا اجنبی عورت کو دیکھنا ہے جس سے (برا خیال پیدا ہو) کانوں کا زنا اسکی باتیں سننا ہے (جس سے اسکی رغبت پیدا ہو) ہاتھوں کا زنا اوسکو (ہاتھ لگانا ہے۔ پاؤں کا زنا اسکی طرف چل کر جانا ہے۔ دل کا زنا یہ ہے کہ وہ اسکی خواہش اور آرزو کرے۔ شرمگاہ ان سب اقسام زنا کو سچا کرتا ہے۔ اگر وقوع میں آگیا۔ یا جھوٹا کرتا ہے اگر وہ ان سب سے تائب ہوگیا۔

صاحبان! ۔ ان سب وسائل واسباب کو روکنا انسداد زنا کے لئے ایسی لازمی شرط ہے جسکے بغیر انسداد زنا عادۃً محال ہے۔

جوان مرد جوان عورت کی خوبصورتی کو دیکھے۔ اور اس سے پیار و محبت کی باتیں کرے۔ ہاتھ سے ہاتھ ملاوے خلوت میں اسکے پاس جاوے اکیلی کے ساتھ سفر کرے۔ بوسہ و کنار کی نوبت بھی آجائے۔ تو پھر اسکا زنا سے بچ جانا ایسا ہے جیسا شکاری جانور کے آگے شکار کو چھوڑ کر اس سے یہ امید رکھنا کہ وہ اسکو ترس کھا کر چھوڑ دے گا۔ یا شدت کے بھوکے کے منہ میں ترنوالہ ڈالکر یہ خیال کر لینا کہ وہ اوسکو پیٹ کے اندر نہ جانے دیگا۔ یا موم کی بتی کو چراغ کے سامنے رکھنا۔ اور یہ طمع کرنا کہ وہ اسکو نہ پگلائیگا۔

حضرات! ۔ زنا جب واقعہ ہوتا ہے۔ اسکے پہلے یہی وسائل مقدمات پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو زنا کی نوبت آجاتی ہے۔

نظر تو ایک سخت بلا و آفت ہے۔ غائبانہ حسن و جمال کی باتیں سننا بھی

فتنہ پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد ✤ بسا کیں دولت از گفتار خیزد

در آید جلوہ حسن از رہ گوش ✤ زجاں آرام بر باید ز دل ہوش

عورت یا مرد خواہ کیسے ہی عفیف و پاک نظر و صاف دل ہوں۔ وہ جیسے آنکھ اور کان کو غیر محل کی نظر و سماع سے بچاتے کے وقت زنا سے مامون ہو سکتے ہیں ویسے اجنبی کے حُسن و جمال کیطرف نگاہ کرنے اور اسکی دل کش باتیں سننے سے مامون نہیں ہو سکتے۔ وہ جیسے اپنی تنہائی میں اس آفت سے بے خوف ہوتے ہیں۔ ویسے اجنبی کے ساتھ خلوت اور سفر کرنے کے وقت بے خوف نہیں ہوتے۔

اسیوجہ سے کہا گیا ہے۔ ؎ مشو بر زن امین کہ زن پارسا است ✤ کہ خربتہ بہ گرچہ و زد آشنا است ✤

یہی وجہ ہے کہ جس قوم میں نظر اور خلوت اور اختلاط اجنبیوں سے بچنے بچانے کی رسم ہے۔ اس قوم میں زنا بہت قلت سے وقوع میں آتا ہے۔ اور جس قوم میں کھلم کھلا دید و شنید اور باہمی خلوت و رفتار و بوس و کنار کی رسم جاری ہے۔ اس قوم میں زنا عیب ہی نہیں رہا۔ بلکہ ایک وصف کمال بن گیا ہے انکے نزدیک زنا معیوب وہ ہے جو جبر سے ہو۔ اور اسی کی کچھ سزا بھی ہے۔ باہمی رضامندی* سے جو چاہے شوق سے زنا کرے۔ اسکی نہ کچھ پروا ہے نہ سزا

* جو لوگ رضامندی طرفین سے زنا کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ اسکے جواز پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ اسمیں کوئی حرج و نقصان نہیں۔ بلکہ جانبین کا فائدہ ہے۔ کہ وہ اپنا دل خوش اور حاجت پوری کر لیتے ہیں۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر انسانی نسل نکاح وغیرہ سے حاصل ہو

لہذا جو ریفارمر زنا کو بند کرنا چاہے اسکا فرض ہے کہ وہ ان سب اسباب و وسائل کو جو مقدمات زنا ہیں بند کرے۔ اور سختی سے روک دے اور اسکے وقوع پر سزا بھی سخت تجویز کرے۔ ان وسائل کو روکنے اور در صورت وقوع اسکے سخت سزا تجویز کرنے کے بغیر زنا کے انسداد کی تمنا اور خیال سودای محال ہے۔

---

(۱) حاشیہ صفحہ (۲۳۲) مقصود صرف دل کو خوش کرنا۔ اور حاجت پوری کرنا ہوتا تو انسان اور حیوان میں کچھ فرق نہ ہوتا۔ یہ کام تو طبعی طور پر حیوان بھی کرتے ہیں۔ انسان کو اپنی انسانیت اور اپنی انسانی صفات کی (جسکی تشریح اس مضمون میں شروع توضیح میں ص۲۵۹ وغیرہ ہو چکی ہے) نظر و لحاظ سے اس نکاح سے مقصود علاوہ حاجت روائی خاص کے یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت جس سے وہ حاجت روائی کرتا ہے۔ اس سے مخصوص رہے۔ کوئی دوسرا شخص اس غرض سے اسکی طرف نگاہ نہ کرے۔ اور اس خصوصیت کے تین لوازم یا نتائج ہیں۔ جو زنا کی صورت میں مفقود ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ تمام زندگی میں امور تمدنی میں زوجین ایک دوسرے کی مدد گار رہیں۔ دوم یہ کہ بعد مفارقت و موت احد الفریقین ایک دوسرے کا وارث بنے۔ سوم۔ یہ کہ دونو کے فعل (مباشرت) سے جو فریق ثالث (اولاد) پیدا ہو اسکا مربی و کفیل ترتیب۔ اوّلاً باپ ہو۔ پھر اسکی وفات کے بعد اسکے در ثاد و اقارب۔ اور اسکا مال ہو۔ یہ تینوں لوازم یا نتائج زنا کی صورت میں کسی خاص معاہدہ یا التزام سے وقوع میں آ بھی جائیں تو ازکا اعتبار نہیں۔ کیونکہ کوئی ملکی یا مذہبی قانون ایسا نہیں ہے جو انکو لازم کر دے۔ اور ہر ایک زانی پر اسکی مزنیہ اور اولاد کے یہ دائمی حقوق قائم کر دے۔ زانی زنا کر کے عورت مزنیہ سے جدا ہو جاتے ہیں۔ اور پھر وہ نہیں

(۲) حاشیہ صفحہ (۲۳۲)